Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

دلدلی چہرہ

روبینہ رشید

خارزارِ زیست میں ہر روز نئے چہروں سے واسطہ پڑتا ہے... سب ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں ... کسی کے چہرے سے ناراضگی ظاہر ہوتی ہے... کسی کے چہرے پر بد مزگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور کسی چہرے سے کوفت اور بوریت ٹپک رہی ہوتی ہے... ایسے ہی چہروں کے درمیان ایک چہرہ ایسا بھی تھا جو اس کے لیے گوہرِ مقصود تھا... محبت سے بھرپور وہ چہرہ... پُرکشش... باوفا... خوش قسمتی کا شاہکار تھا... جو اچانک ہی اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا... تلاش و کھوج کا یہ مقصد اسے ایسے ایسے گمراہ کن راستوں پر لے گیا... جہاں قدم قدم پر ایک نئے چہرے سے ٹکراؤ ہو رہا تھا۔

ہمدردی و دردمندی رکھنے والے دلدلی چہرے کی چونکا دینے والی کہانی

وہ یوں غائب ہو گیا تھا جیسے کہ کبھی کہیں تھا ہی نہیں۔

وہ روز کی طرح دفتر جانے کے لیے گھر سے نکلا تھا۔ معمول کے مطابق تیار ہوتے ہوئے دن بھر کے شیڈول کے بارے میں باتیں کرتے کرتے اس نے شام کا پروگرام بھی ترتیب دے لیا تھا۔ وہ انیقہ کے پسندیدہ چائنیز میں ڈنر کرنے والے تھے اور اس کے بعد تھوڑی سی لانگ ڈرائیو...... وہ دونوں روز کی طرح ساتھ ہی گھر سے نکلے تھے۔

''کورٹ پہنچ کے اور پھر گھر کے لیے نکلتے ہوئے مجھے او کے کال کرنا مت بھول جایئے گا وکیل صاحب۔'' وہ روز کی طرح یاددہانی کرانا نہیں بھولا تھا۔

''تم تو یوں کرو کہ مجھ میں ایک چپ لگوا لو پھر مزے سے اپنے لاڈلے فون سے مجھے ٹریک کرتے رہنا۔'' انیقہ نے چڑ کر کہا تھا۔

''ارے ہاں یار، ناٹ اے بیڈ آئیڈیا۔'' وہ پلٹ کر چکا۔ ''ویسے ایسا ہو تو کس قدر آسان ہو جائے نا سب کچھ...... اور پھر اگر سارے مجرموں کو چپ لگا دی جائے تو فرار کا خطرہ ہی ختم ہو جائے۔''

''بس ہونا پولیس والے...... مجرموں کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں جناب کو۔'' اس نے اپنی گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''کیوں نہیں سوجھتا...... تم کبھی پوچھو تو مجھ سے۔'' وہ مصنوعی سرد آہ بھر کر بولا۔

''آپ کہو مجھے......'' انیقہ بھی مصنوعی رعب سے بولی۔

''جیسا تم کہو۔'' نہایت سعادت مندی سے جواب بھی ترنت ملا تھا۔ ''اب کیا دفتر نہیں جانا...... صرف مجھے گھورتے رہنا ہے؟''

''جا رہی ہوں مگر خضر تم سچ میں بہت زیادہ وہمی ہو۔ رکشے سے جاؤں تو تمہیں رکشے کا نمبر چاہیے، گاڑی درمیانی

www.urdupalace.com

زو میں ہی چلانی ہے، سگنل پر شیشہ نہیں کھولنا۔'' وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''میڈم یہ سیکیورٹی ٹپس ہیں...... تم تو تم...... میں تو اور خواتین کو بھی یہ سمجھاتا ہوں، اگر رکشے والا یہ دیکھ لے گا کہ تم نے بیٹھتے ہی اس کا نمبر گھر بھیج دیا تو وہ بے چارہ خود ہی نہایت حفاظت سے تمہیں گھر تک چھوڑ کر آئے گا۔ خود کسی مشکل میں پھنسنے کے ڈر سے...... سمجھیں، چلو اب اللہ حافظ اور یہ بھی تو دیکھو کہ میں خود ہر جگہ پہنچ کر اطلاع دیتا ہوں نا تم کو......''

مگر اس بار وہ خود سارے سیکیورٹی ٹپس جیسے بھول ہی گیا تھا ایسا گیا تھا کہ اس کی خبر تک پلٹ کر آنا بھول گئی تھی۔ وہ جو ہمیشہ فون کی ایک بیل پر میسر ہوتا تھا اب اس کا فون مسلسل ایک ہفتے سے دسترس سے دور تھا کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔

یقین کی ریت زندگی کے ہاتھوں سے گویا پھسلتی جا رہی تھی۔

وہ اسے، اپنے گھر کو...... سارے خوابوں کو ایسے کیسے بھول سکتا تھا......؟ کیسے؟

وہ جانتی تھی کہ یہ ممکن نہیں...... کسی بھی صورت میں ممکن نہیں...... پھر آخر وہ کہاں تھا......؟

وہ نہ جانے کب سے خضر کی کرسی پر ساکت بیٹھی دیوار کو گھورے جا رہی تھی، اس کا ذہن اسی ایک سوال کی گردان کیے جا رہا تھا۔

اچانک دور سے آتی کسی آواز نے اسے چھوا۔ ایک ہی لے میں گونجتی آواز لحہ بہ لحہ گویا قریب آتی جا رہی تھی۔ بالآخر وہ اسے حقیقت کی دنیا میں کھینچ لائی۔ وہ اچھل کے کرسی سے کھڑی ہوئی اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔

☆☆☆

''آخر یہ انیقہ دروازہ کھول کیوں نہیں رہی؟'' زرین کال بیل کو تیسری مرتبہ دباتے ہوئے بولی۔

''ہو سکتا ہے کہ وہ گھر پر نہ ہو۔'' اس سے کچھ دور کھڑے غالب نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

''نو...... وہ گھر پر ہی ہے، اس کی گاڑی بھی نیچے ہی کھڑی ہے گیراج میں۔'' زرین نے سر جھٹکا تو غالب اسے دیکھتا رہ گیا۔

اس کی سرخ و سفید رنگت اس وقت کچھ زیادہ ہی تمتما رہی تھی۔ چمکتی ہوئی بھوری آنکھوں میں بے چینی اور فکر جھلک رہی تھی۔ اس کا ایک ہاتھ غیر ارادی طور پر شانوں پر بکھرے بھورے خوب صورت بالوں کو سلجھا رہا تھا۔ اس کی پیشانی پر ہلکی سی شکن پڑی ہوئی تھی۔ اسے انیقہ کی بہت فکر ہو رہی تھی۔

زرین اور انیقہ کالج کے دنوں سے ایک دوسرے کی گہری دوست تھیں۔ انہوں نے وکالت کا امتحان بھی ایک ساتھ ہی پاس کیا تھا۔ گھریلو ذمے داریوں کی وجہ سے زرین نے امتحانوں کے فوراً بعد ہی ایک تجارتی ادارے میں ملازمت کر لی تھی۔ اس کے برعکس انیقہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس کے پاپا شہر کے نامور ہارٹ اسپیشلسٹ تھے۔ گاؤں میں خاصی زمین موجود تھی۔ روپے پیسے کی کوئی

www.urdupalace.com

کمی نہیں تھی۔ انیقہ ان کی آنکھوں کا تارہ تھی اور اس کی کسی خواہش کو رد کرنا گویا ان کے لیے ناممکن تھا جب اس نے بار ایٹ لاء کے لیے ملک سے باہر جانے کا فیصلہ کیا تو اس کی جدائی کو نہ برداشت کرنے کے باوجود اس کے پاپا نے خوشی خوشی اس کی بات مان لی تھی۔ ممی نے اگرچہ تھوڑی مخالفت کی مگر اس کی ضد کے آگے ان کی بھی ایک نہیں چلی تھی۔ وہ بیرسٹر بننا چاہتی تھی۔ پڑھائی میں وہ شروع سے بہت اچھی تھی۔ بظاہر ایسی کوئی بھی وجہ نہیں تھی کہ وہ اپنا خواب پورا نہ کر پاتی۔ اس نے تو زرین کو بھی ساتھ لے جانے کے لیے پورا انتظام کر لیا تھا مگر زرین نے انکار کر دیا تھا۔ ایک تو اسے اپنے گھر کی ذمّے داری اٹھانی تھی، دوسرے وہ پہلے ہی انیقہ کی بہت احسان مند تھی۔ اسے اس کے پاپا کی سفارش پر ہی فوراً اتنی اچھی ملازمت مل گئی تھی مگر انیقہ اس کی زندگی میں اس طرح شامل تھی کہ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس کے جانے کے بعد وہ کیا کرے گی۔

''تو دیکھنا زرین میں بیرسٹر بن کر لوٹوں گی اور سب کی چھٹی کر دوں گی۔'' ائرپورٹ پر اس کی آنکھوں میں اترتے پانی کو دیکھ کر وہ اس کے گلے لگ گئی تھی۔

''وہ تو تُو ویسے بھی کر سکتی ہے۔''

''تو اتنی اداس مت ہو، میری ممی کا خیال رکھنا ہے تجھے...... خود منہ بنا کر بیٹھے گی تو ان کا خیال کیسے رکھے گی؟''

''میں رکھوں گی۔'' زرین نے کہا۔ ''تجھے کہنے کی ضرورت نہیں...... بس میں سوچ رہی تھی کہ تو تین سال بعد آئے گی...... میں اکیلی رہ جاؤں گی۔''

''ارے نہیں بیٹا، یہ ہر سال آئے گی۔'' اس کی ممی مسکرائیں۔ ''ہمیں چین تھوڑی پڑے گا اس کے بغیر......''

''سنا تم نے...... اگلے سال (اسی مہینے اسی دن) کو ملاقات ہوگی۔ غمگین ہیروئن۔'' وہ شوخی سے مسکرائی تھی اور پھر فضا میں گونجنے والے اعلانات کی آوازوں میں سب سے مل کر رخصت ہو گئی۔

مگر اسے اسی سال صرف چار ماہ بعد واپس آنا پڑا تھا اس کے ممی پاپا کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ اس کے پاپا موقع پر ہی چل بسے تھے جبکہ ممی شدید زخمی حالت میں گویا اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ اس کی آمد کے تیسرے روز وہ بھی شوہر سے جا ملی تھیں۔

انیقہ کے لیے زندگی بے معنی ہو کر رہ گئی تھی۔ تب زرین نے ہی اسے سنبھالا تھا۔ وہ گھنٹوں ماں باپ کے کمرے میں ان کی تصویروں کے سامنے بیٹھی رہتی۔ اچانک، گاڑی لے کر قبرستان پہنچ جاتی، کام، پڑھائی، دنیا، لوگ وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔ اسے انتہائی افسوس تھا کہ وہ ان کو چھوڑ کر گئی ہی کیوں...... شروع شروع میں کچھ رشتے داروں نے اس کے ساتھ رہنا چاہا مگر سب کی اصل توجہ اس کے پاپا کی دولت کی طرف تھی جسے وہ اپنی زندگی میں اپنی بیٹی اور کچھ خیراتی منصوبوں کے نام کر گئے تھے اور اس کا سب انتظام میکانکی طریقے سے چل رہا تھا۔ انیقہ کو کسی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لہٰذا آخر چند دن میں ہی سب اِدھر اُدھر ہو گئے تھے۔ صرف زرین ہی تھی جو اس مشکل وقت میں لمحہ لمحہ اس کے ساتھ رہی تھی، اسے زندگی کی طرف کھینچ لائی تھی۔ یہ وہی تھی جس کی وجہ سے انیقہ نے پریکٹس کی طرف دھیان دیا۔ پاپا کے بڑے سے بنگلے کو بیچ کر اپارٹمنٹ خریدا اور کام کی طرف دھیان دینا شروع کیا۔ زرین تو چاہتی تھی کہ وہ واپس جا کر اپنی تعلیم مکمل کرے مگر انیقہ اس بارے میں کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔

وقت بہت بڑا مرہم ہے۔ گزرتے وقت نے اس کی تکلیف کو ختم تو نہیں کیا تھا مگر وہ جینے لگی تھی۔ کام اور مصروفیت اس کے لیے تریاق ثابت ہوئے تھے تو دوسری طرف مسلسل محنت نے بہت جلد اسے وکلا برادری میں ممتاز کر دیا تھا۔ مشہور تھا کہ انیقہ...... کبھی کوئی کیس نہیں ہارتی۔ اس کی دوسری پہچان اس کی ایمانداری تھی۔ اس نے ثابت کیا تھا کہ اسے خریدا نہیں جا سکتا وہ وہی کیس لیتی جو اس کے خیال میں ٹھیک ہوتے تھے۔

''زرین تم اسے فون کیوں نہیں کر لیتیں، ہو سکتا ہے کہ کال بیل بند یا خراب ہو۔'' غالب، زرین کی الجھن دیکھ کر بالآخر بولا۔

''ہاں...... یہ ہو سکتا ہے میں کرتی ہوں فون۔'' زرین نے بیگ سے فون باہر نکالا، ابھی وہ نمبر ملا بھی نہیں پائی تھی کہ دروازہ کھل گیا۔ انیقہ ان کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ خوب صورت غلافی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں جیسے وہ کافی دیر سے روتی رہی ہو۔

''تم ٹھیک ہو انیقہ......؟'' زرین اسے دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھی۔ ''کب سے بیل بجا رہے تھے ہم لوگ...... تم کہاں تھیں؟''

''پتا نہیں۔'' وہ عجیب سی بے بسی سے بولی۔ ''تم لوگ بیٹھو میں منہ دھو کر آتی ہوں۔'' وہ ان کے جواب کا انتظار کیے بغیر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''انیقہ کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔'' غالب دروازہ بند

www.urdupalace.com

کر کے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''کیسے ٹھیک ہوگی...... پریشانی بھی کتنی بڑی ہے۔'' زرین دھیرے سے بولی۔

''ہاں...... یہی تو کہہ رہا ہوں میں، اسے اکیلے نہیں رہنا چاہیے، تم اسے گھر کیوں نہیں لے چلتیں؟''

''وہ تیار نہیں ہے۔ تمہارے خیال میں، میں نے کوشش نہیں کی ہوگی۔'' زرین نے گھور کر غالب کو دیکھا۔

غالب اس کا صرف شوہر نہیں تھا، اس کا بہترین دوست اور بقول خود اس کا بے چارہ عاشق بھی تھا۔ اس نے زرین کی ذمے داریوں کی وجہ سے اس کی چھوٹی تینوں بہنوں کی شادیوں تک اس کا انتظار کیا تھا۔ وہ تو اس کے چھوٹے بھائی کی ملازمت کے لیے بھی رکنے پر تیار ہوگیا تھا مگر زرین کی امی اور خود بھائی نے بہن کو شادی کے لیے تیار کرلیا تھا۔

وہ دونوں ایک ہی فرم میں کام کرتے تھے۔ غالب، انیقہ اور خضر دونوں کو ہی بہت پسند تھا۔ ہنسنا ہنسانا، خوش رہنا اور رکھنا اس کی سرشت میں شامل تھا۔ انیقہ کو اس حالت میں دیکھ کر وہ بہت رنجیدہ تھا۔

''میں نے پہلے ہی کہا تھا یہ بھی کہ اگر وہ نہیں آتی تو میں یہاں رہ جاتی ہوں مگر اس نے منع کر دیا، اسے لگتا ہے کہ میں اس کی وجہ سے پریشانی میں پڑ رہی ہوں۔'' زرین بولی۔ ''میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ خضر آخر کہاں غائب ہوگیا ہے۔''

''وہ کبھی خود کہیں نہیں جاسکتا۔'' غالب حتمی انداز میں بولا۔

''مگر اس کا محکمہ تو یہی کہہ رہا ہے۔'' زرین بولی۔

''کوئی ... کچھ بھی کہے مگر یہ تو ماننے والی بات ہی نہیں ہے، مجھے ڈر ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش نہ آ گیا ہو۔''

''مگر غالب...... وہ کوئی عام آدمی تو ہے نہیں، ایک ذمے دار پولیس افسر ہے، اتنی تفتیش ہوئی۔ چھ دن سے سب اسے تلاش کر رہے ہیں، کہیں کوئی حادثہ رپورٹ نہیں ہوا' میرے منہ میں خاک کوئی لاش نہیں ملی...... اس کے فون ریکارڈ سے بھی کچھ معلوم نہیں ہو رہا سوائے اس کے اس نے آخری کال کلفٹن سے کی تھی...... اس کے بعد فون ریکارڈ ہی نہیں ہے۔ آخر سمجھا جائے تو کیا......؟''

''پتا نہیں مگر کوئی بہت بڑی گڑبڑ ہے۔'' غالب سر ہلا کر بولا۔ پھر انیقہ کو آتا دیکھ کر خاموش ہوگیا۔

''کوئی خبر آئی......؟'' اس کے بیٹھنے کے بعد زرین نے پوچھا۔

''نہیں۔'' وہ دھیرے سے بولی۔ ''میں نے آئی جی صاحب کو بھی فون کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ کہیں سے کوئی اطلاع نہیں ہے جیسے ہی کوئی خبر ملی...... بتائیں گے اور وہی تسلیاں۔'' اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

زرین نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ ''تمہیں ہمت کرنا ہوگی انیقہ، تم کو نکلنا ہوگا اگر تمہیں لگتا ہے کہ پولیس ٹھیک کام نہیں کر رہی تو آگے بڑھو، سب کچھ دیکھو، انہیں مجبور کرو کہ وہ خضر کو ڈھونڈیں...... گھر میں بند ہونے سے کیا ہوگا آخر؟''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو...... آج آئی جی سے بات کے بعد میں نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔ میں کل اسٹیشن جاؤں گی، خضر کے ساتھیوں سے ملوں گی۔'' وہ حوصلے سے کہے جا رہی تھی۔

''گریٹ...... اب کی نا تم نے ایک سچے پولیس افسر کی بیوی والی بات...... مگر کام کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے اور میں شرطیہ کہہ سکتی ہوں کہ تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا لہٰذا سب سے پہلے ہم کھائیں گے کھانا...... جو میں ساتھ لے کر آئی ہوں......'' زرین مسکرا کر بولی۔

وہ دونوں کافی دیر وہاں رکے تھے۔ کھانے کے بعد واپسی پر انہوں نے انیقہ سے ساتھ چلنے کے لیے خاصا اصرار بھی کیا مگر اس کے انکار پر بادلِ ناخواستہ گھر کے لیے نکلے تھے۔

''ذرا بھی پریشانی ہو تو مجھے کال کرنا...... میں پانچ منٹ میں پہنچ جاؤں گی۔'' زرین جاتے جاتے تین چار بار یہ بات دہرا کر گئی تھی۔

ان کے جانے کے بعد انیقہ اسٹڈی میں گھس گئی۔ زرین کی بات اس کے دل کو لگی تھی، وہ اپنے خضر کی تلاش کے لیے صرف دوسروں پر انحصار نہیں کر سکتی تھی۔ وہ کاغذ اور پین لے کر بیٹھ گئی۔

شروعات کہاں سے ہوسکتی تھی۔ اس نے سوچا، خضر اس صبح بالکل مطمئن تھا، کوئی ٹینشن یا پریشانی اگر تھی بھی تو ایسی نہیں تھی جو اس پر طاری ہوسکتی۔

وہ شام کا پروگرام بنا کر گھر سے نکلا تھا۔ یعنی اسے یقین تھا کہ وہ سات بجے تک گھر پہنچ جائے گا۔

پھر ایسا کیا ہوا کہ وہ واپس نہیں آسکا۔ اس کی گاڑی سی ویو سے ملی تھی۔ وہ وہاں کیا کرنے گیا تھا؟ اس نے انیقہ کو

www.urdupalace.com

تین بجے کے قریب کال کی تھی اور پوچھنے پر صرف یہ بتایا تھا کہ وہ کام پر ہے اور دفتر سے باہر ہے، اس وقت وہ خود بھی قدرے مصروف تھی اس لیے زیادہ تفصیل میں نہیں جا سکی۔ ساڑھے چھ بجے اس نے خضر کو فون کیا تو اس کا فون ان ریچ ایبل آ رہا تھا۔ فون ریکارڈز سے معلوم ہوا تھا کہ وہ اس کے فون سے کی جانے والی آخری کال تھی۔ اس رات سے ہی اس کا فون مانیٹر کیا جا رہا تھا۔ جب بھی، جہاں بھی وہ سم اور فون آن ہوتا خبر ملنا ممکن ہو سکتا تھا۔

وہ ایک پولیس افسر تھا اور افسر بھی وہ جس کی پہچان اس کی ایمان داری اور فرض شناسی تھی جس کی وجہ سے خود محکمے میں اس کے بہت سے دشمن تھے۔ باقیوں میں سے بھی اکثر ایسے تھے جو اس کی موجودگی کو اپنے لیے پریشانی سمجھتے تھے مگر ان میں سے کوئی بھی اس حد تک نہیں جا سکتا تھا۔

پھر کیا ہوا ہوگا؟

محکمہ خضر کی گمشدگی کے حوالے سے قتل، اغوا، حادثہ، روپوشی، حتیٰ کہ خودکشی کے آپشن تک پر کام کر رہا تھا مگر تفتیش کی گاڑی کسی بھی سمت میں چلتی اور چند قدم آگے جا کر رک جاتی تھی۔

اگر اسے قتل کیا گیا ہوتا تو اتنے دنوں میں کہیں نہ کہیں سے لاش مل گئی ہوتی۔ اگر اسے اغوا کیا گیا تھا تو اغوا کنندگان کی طرف سے کوئی مطالبہ، کوئی سوال تو سامنے آتا۔

روپوشی یا خودکشی نہ اس کا مزاج تھے اور نہ ہی اس کی کوئی وجہ موجود تھی تو پھر وہ آخر گیا کہاں؟

سوچ کا سفر پھر اسی سوال پر آ کر رک گیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

''خضر...... کہاں ہو تم؟'' اس نے سامنے شیلف پر رکھی اپنی اور خضر کی تصویر کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

خضر سے اس کی پہلی ملاقات نہایت ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی۔ وہ اپنے دفتر میں بیٹھی تھی کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا۔

''آپ خود کو سمجھتی کیا ہیں؟''

آنے والا عین اس کے سامنے آ کر براجمان ہو گیا تھا ابھی وہ اس کے اس طرح بغیر اجازت نازل ہونے پر ہی کم حیرت زدہ سی تھی کہ اس سوال نے اس کا دماغ گھما دیا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟ آپ ہیں کون؟ اور اس طرح بغیر اجازت میرے کمرے میں آئے کیسے؟'' وہ غصے سے بولی۔

''اوہ ہاں...... میرا نام خضر ابراہیم ہے، ڈی ایس پی خضر ابراہیم۔ شاید آپ نے میرا نام سن رکھا ہو اور جہاں تک بغیر اجازت اندر آنے کا سوال ہے تو کمرے کے باہر آپ کے بیرونی آفس میں کوئی تھا ہی نہیں جس سے اجازت لی جا سکتی۔ اور یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے جس طرح میں اندر آ گیا...... کوئی بھی آ سکتا تھا، ائر کنڈیشنڈ دفاتر کی اس عمارت میں کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوگی اگر کہیں کچھ غلط ہو تو...... اس لیے آپ کو دفتر کا دروازہ بند رکھنا چاہیے۔''

''شاہجہاں باہر نہیں ہے۔'' انیقہ گڑبڑائی۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس نے اپنے اسسٹنٹ کو خود ہی پراسیکیوٹر آفس سے ایک ضروری دستاویز لانے بھیجا تھا۔ آج اس کی کوئی اپائنٹمنٹ نہیں تھی۔ اسی لیے وہ سکون سے بیٹھی کیس کی تیاری کر رہی تھی جس میں اسے شاہجہاں کی مدد درکار نہیں تھی۔

''خیر، اس کا مطلب پھر بھی یہ نہیں کہ منہ اٹھا کر بغیر دستک دیے کمرے میں داخل ہوا جائے اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو اس طرح بات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

''میڈم، شاید آپ کو مصروفیت میں آواز نہ آئی ہو یا پھر......'' وہ مسکرایا۔ ''مگر میں نے دو بار دستک دی تھی۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں نے تو سن رکھا تھا کہ آپ بھی غلط کا ساتھ نہیں دیتیں اور اسی وجہ سے میں آپ کا فین بنتا جا رہا تھا مگر شاید کبھی کیس نہ ہارنے والی شہرت نے آپ کو اس بار غلط صحیح کی پہچان بھلا دی ہے اور مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے بات مکمل کی۔

''کیا بکواس کر رہے ہیں آپ؟''

''بکواس نہیں...... حقیقت، جس شمس الدین کی آپ نے آج صبح ضمانت کرائی ہے، کیا آپ نہیں جانتیں کہ وہ بھتا خوری اور اسٹریٹ کرائمز میں ملوث ہے۔ کئی بار وہ بچ نکلا ہے۔ اس بار اس نے ایک دکاندار کو شدید زخمی بھی کیا ہے مگر آپ نے شک کا فائدہ دلا کر اس کے حق میں ایسی وکالت کی کہ عدالت اس کو ضمانت پر رہا کرنے پر تیار ہو گئی۔''

''جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں، اس بات کا کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟'' انیقہ نے تحمل سے پوچھا۔

''ثبوت...... ثبوت میں خود ہوں۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔ ''میں نے اسے گرفتار کرایا تھا، اس نے میرے سامنے اس بات کا اعتراف بھی کیا تھا اور یہ پہلی بار نہیں تھا...... وہ پہلے بھی گرفتار ہو چکا ہے مگر اس کا چینل بہت طاقت ور ہے، وہ سب کچھ خرید لیتے ہیں۔ حفاظت کرنے والے ہاتھوں سے لے کر بچا لینے والے ذہن اور فیصلہ کرنے والے قلم تک......'' وہ تلخی سے بولا۔

www.urdupalace.com

''دیکھیے مسٹر......''

''خضر ابراہیم۔''

''جی خضر ابراہیم......'' یہ نام اسے بہت سنا ہوا لگ رہا تھا۔ ''میں بہت سوچ سمجھ کر کیس لیتی ہوں اور جنہوں نے اسے میرے پاس ریفر کیا تھا، میں ان پر یقین کرتی ہوں اسی لیے میں نے یہ کیس لیا۔ میں اگرچہ آپ کو جوابدہ نہیں ہوں مگر بات چونکہ میری کریڈیبلٹی پر آ رہی ہے اس لیے بتا رہی ہوں کہ اس کے خلاف کوئی گواہ نہیں تھا......''

''یہی تو میں نے آپ کو بتایا کہ ان کا نیٹ ورک بہت طاقتور ہے اور اب مان لیجیے کہ آپ کا یقین غلط ثابت ہوا ہے اور اب جبکہ وہ باہر آ چکا ہے، اس کے مزید گناہوں کا بار کسی نہ کسی حد تک آپ کے کاندھوں پر بھی ہوگا۔''

وہ یہ کہہ کر جس طوفانی انداز میں آیا تھا اسی طرح باہر نکل گیا۔ وہ اس کے جانے کے بعد کئی لمحے تک خالی الذہنی کی کیفیت میں دروازے کو دیکھتی رہی تھی۔ یہ اس کی پروفیشنل لائف کا پہلا موقع تھا جب کسی نے اس طرح اس کے فیصلے یا کام پر انگلی اٹھائی تھی۔

اسے شدید غصہ آ رہا تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کی کہی باتوں پر غور بھی کر رہی تھی۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ خضر ابراہیم کے بارے میں اس نے اخباروں میں پڑھا تھا۔ وہ ایک سخت اور ایماندار افسر کی شہرت رکھتا تھا اور اس وجہ سے مسلسل تبادلوں اور پریشانیوں کا شکار بھی رہتا تھا۔

اگلے دو دن انیقہ نے شمس الدین کے بارے میں معلومات اکٹھی کروانے میں گزارے تھے اور جب نتائج اس کے سامنے آئے تو وہ سر پکڑ کر رہ گئی تھی۔ اس سے واقعی غلطی ہوئی۔ اسے شدید حیرت تھی کہ اسے پہلے یہ سب کچھ نظر کیوں نہیں آیا۔ جھوٹ کو اس طرح سجا کر پیش کیا گیا تھا کہ وہ سچ بن گیا تھا۔ وہ رات بھر سوچتی رہی تھی۔ اب اپنی غلطی تسلیم کرنا خود اپنا مذاق اُڑوانے کے مترادف تھا۔ صبح تک بہرحال وہ فیصلے پر پہنچ گئی تھی۔ اس نے صبح عدالت پہنچ کر درخواست جمع کرا دی تھی اب وہ شمس الدین کی وکیل نہیں تھی اور وہ اس کی اگلی پیشی میں اس کے خلاف گواہی دینے والی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ یہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے مگر مسئلہ اس کی ساکھ کا تھا۔ اسی شام خطرہ اس کے سر پر آ گیا تھا۔ شمس الدین اپنے کئی چیلوں کے ہمراہ اس کے دفتر آ دھمکا تھا۔ وہ اسے اس قدر جلد اطلاع مل جانے پر حیران رہ گئی تھی۔

''کیوں میڈم سچ کا بخار چڑھ گیا تم کو......؟'' کیس کے دوران میں منمنانے والا شمس الدین اپنے اصلی روپ میں سامنے آ گیا تھا۔

''شمس الدین میں تمہیں مطلع کرتی ہوں کہ تم نے اس طرح میرے دفتر میں گھس کر قانون شکنی کی ہے۔ اس کے لیے میں تم کو گرفتار بھی کروا سکتی ہوں اس لیے بہتر یہ ہے کہ فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔''

''اوہو، میں تو ڈر گیا...... دیکھ رفیقے میں تو کانپ بھی رہا ہوں۔ میڈم ہم یہاں تمہاری دھمکیاں سننے نہیں آئے، یہ تمہارا کام ہے بھی نہیں...... دھمکیاں ہم دیتے ہیں اور پھر انہیں سچ بنانے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ ہم تمہیں سمجھانے آئے ہیں......'' وہ یکلخت لہجہ بدل کر بولا تھا۔

''کیا......؟ بہتر نہیں ہے کہ تم میڈم سے پہلے مجھے بھی کچھ سمجھا دو۔'' اس آواز پر انیقہ سمیت سب نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا تھا جہاں خضر کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔

شمس الدین واضح طور پر اس کی وہاں موجودگی سے خائف نظر آ رہا تھا۔

''یہ میری وکیل ہیں، میں ان سے کیس کی بات کرنے آیا ہوں ڈی ایس پی، اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔''

''یہ بات ان سے ہی پوچھ لیتے ہیں...... کیوں میڈم؟'' خضر، انیقہ کی طرف مڑا۔

''میں اب اس کی وکیل نہیں ہوں۔'' وہ صاف لہجے میں بولی۔

''میں جانتا ہوں اور مانتا ہوں کہ آپ غلط کا ساتھ نہیں دیتیں۔'' اس نے آخری جملہ قدرے دھیرے سے کہا اور پھر شمس الدین کی جانب مڑا۔ ''ہو گئی تسلی...... اب اتنا قانون تو تم جانتے ہی ہو کہ ایک محترم وکیل کے دفتر میں گھسنے، اور اسے دھمکیاں دینے کی سزا کیا ہو سکتی ہے؟ چلو بھئی اندر آؤ اور شمس الدین اینڈ کمپنی کو ساتھ لے جاؤ۔'' اس کی آواز پر دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹا سا کمرا سات آٹھ پولیس افسران سے بھر گیا اور وہ انہیں ہتھکڑیاں لگا کر ساتھ لے گئے۔

''آپ...... آپ اچانک کہاں سے آ گئے؟'' وہ واقعی اس کی فلمی آمد سے حیران تھی۔

''اچانک نہیں...... مجھے صبح ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ نے اس کی وکالت چھوڑ دی ہے اور مجھے اندازہ تھا کہ یہ خاموش نہیں بیٹھے گا اس لیے میری نظریں آپ پر ہی تھیں۔

www.urdupalace.com

آپ نے آج پھر سیکیورٹی کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ باہر بیٹھا آپ کا وہ مرنجان مرنج اسسٹنٹ تو صرف ایک دھکے کی مار ہے...... خیر ویسے میں آپ کا شکر گزار ہوں، شکریہ میری بات سننے اور سمجھنے کا۔"

"یہ صرف آپ کی بات کا معاملہ نہیں تھا مسٹر خضر، میں نے معلومات کروائیں، اس بار واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔" وہ شرمندگی سے بولی۔

"مگر اس کا ازالہ بھی ہو گیا، آپ کی وجہ سے وہ آزاد ہوا تھا اور اب آپ کی وجہ سے ہی دوبارہ اندر پہنچ گیا مگر آپ کو تھوڑا محتاط رہنے کی ضرورت ہے، حالات آپ کے سامنے ہیں۔ ایسے میں آپ کو پراپر سیکیورٹی کی ضرورت ہے۔ میرے حساب سے آپ کو یہاں ایک اچھا گارڈ رکھنا چاہیے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس بارے میں، میں خود فیصلہ کروں تو بہتر ہے۔" انیقہ نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"بالکل، فیصلہ خود آپ ہی کریں مگر مشورہ ہمیشہ متعلقہ شعبے کے ماہرین سے لینا چاہیے جیسے کہ عدالتی معاملات آپ بہتر سمجھتی ہیں کسی حد تک......" وہ مسکرایا۔ "اسی طرح میں اس معاملے میں تو رائے دے سکتا ہوں۔"

انیقہ کی تمام تر خشک مزاجی اور بیزاری کے اظہار کے باوجود وہ اس شام اس کی گاڑی کے پیچھے اپنی گاڑی میں اسے گھر تک پہنچا کر گیا تھا اور پھر وہ کیسے اس کی زندگی کا سب سے اہم حصہ بن گیا یہ خود انیقہ بھی نہیں سمجھ پائی۔ زرین اور غالب کو بھی وہ بہت پسند آیا تھا۔

"بہت اسمارٹ ہے باتوں میں بھی اور دیکھنے میں بھی جیمز بونڈ جیسی شخصیت ہے اس کی۔ تم دونوں کی جوڑی بہت اچھی لگے گی۔" زرین تو اس کی فین ہو گئی تھی۔ انیقہ اور خضر ہم مزاج تھے اور ہمدرد بھی...... وہ بھی برسوں پہلے اپنے ماں باپ کی شفقت سے محروم ہو چکا تھا۔ خاندان کے نام پر ایک بہن اور ایک بھائی تھے مگر وہ دونوں لندن اور کینیڈا میں اپنی زندگیوں میں مگن تھے۔

ان دونوں نے پہلی ملاقات کے چار ماہ بعد شادی کا فیصلہ کرلیا اور سادگی سے ایک خاندان بن گئے۔ خضر سے شادی کے بعد انیقہ کو زندگی، زندگی لگنے لگی تھی۔ گزرے ہوئے دس ماہ گویا دس دن میں گزر گئے تھے اور اسے یوں لگتا تھا جیسے وہ ہمیشہ سے خضر کو جانتی ہو۔

"میں تمہیں ڈھونڈ کر لاؤں گی خضر......" وہ فریم پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "چاہے اس کے لیے مجھے کچھ بھی کیوں نہ کرنا پڑے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر اس کا لہجہ عزم سے بھرپور تھا۔

☆☆☆

"ایس پی صاحب، مجھے آپ کی کوششوں سے انکار نہیں ہے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ خضر کن کیسز پر کام کر رہے تھے؟" وہ اگلی صبح خضر کے دفتر میں موجود تھی۔ اس کا وہاں اچھی طرح سے استقبال ہوا تھا مگر جب اس نے خضر کے حوالے سے سوالات شروع کیے تو اسے قدرے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا، اول تو وہ اس کے دفتری معاملات میں اس کی بیوی سے بات کرنا ہی نہیں چاہتے تھے اور دوسرے شاید انہیں اس میں اپنی ہتک محسوس ہو رہی تھی۔

"مجھے کوئی ایسی قانونی وجہ نظر نہیں آتی جس کی وجہ سے آپ مجھے یہ نہ بتا سکیں کہ خضر ان دنوں کس کیس کے ساتھ منسلک تھے؟"

"دیکھیے مسز خضر...... پولیس اس حوالے سے کوشش کر رہی ہے۔ وہ ہمارا افسر ہے، آپ کو اس کے حوالے سے کچھ بتانا خود آپ کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ یوں بھی اب تک ایسی کوئی اطلاع نہیں مل پائی ہے جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ مسٹر خضر ابراہیم کو کسی نے اغوا کیا ہے۔" ایس پی اس کے تابڑ توڑ سوالات پر کچھ الجھ سا گیا تھا۔

"اس بات سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ کیا آپ کے خیال میں وہ پکنک منانے کے لیے غائب ہوا ہے؟" انیقہ نے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں مگر ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ دنوں کے لیے کہیں الگ تھلگ رہنا چاہتا ہو۔"

"وہ اتنا غیر ذمے دار نہیں ہے، یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔" انیقہ نے جواب دیا۔

"بی بی ہم پوری کوشش کر رہے ہیں، دہشت گردی کی اس لہر نے سارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے ظاہر ہے کہ اس کا پہلا شکار ہیں۔ ہم خضر کو ڈھونڈ رہے ہیں، بہت سے مخبر لگے ہوئے ہیں اس کام میں، جلد بہت جلد ہمیں اس کی خبر مل جائے گی اور آپ یقین رکھیں کہ ہم آپ کو اس سے باخبر رکھیں گے۔" ایس پی نے رسمی انداز میں بات گویا ختم کر دی تھی۔

انیقہ اس کے کمرے سے باہر آئی۔ وہ خضر کے دو تین ساتھیوں کو جانتی تھی، اسے امید تھی کہ شاید اسے ان سے کچھ مدد ملے مگر وہ اس وقت بات کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

www.urdupalace.com

''بھابی......'' انسپکٹر راحیل اسے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ ''میں جانتا ہوں آپ مایوس ہو کر جا رہی ہیں۔ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا، البتہ یہ بتا سکتا ہوں کہ خضر بھائی آج کل اسٹریٹ کرائم اور دہشت گردی کے ایک بڑے نیٹ ورک کے پیچھے تھے، آپ تو جانتی ہیں کہ وہ اسی پر کام کر رہے تھے۔ صرف گروپس اور کیس بدلتا تھا مگر ان کی جنگ دہشت گردی کے خلاف ہی تھی۔''

''ہم...... آپ کو اس بارے میں کچھ بھی خبر ملے تو پلیز مجھے بتایئے گا۔'' اندھیرے میں اتنی روشنی بھی اسے بہت لگ رہی تھی۔

''ضرور بھابی، انہوں نے دو تین دن پہلے مجھے ایک بات کہی تھی۔'' وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ''پتا نہیں، آپ اس بارے میں کچھ جانتی ہیں کہ نہیں یا مجھے بتانا چاہیے کہ نہیں۔''

''آپ بتایئے پلیز......''

''وہ کہہ رہے تھے کہ ان کے پاس ایک بڑے نیٹ ورک کے بارے میں کچھ ثبوت ہیں اور...... اس میں بڑے بڑے پردہ نشینوں کے نام آئیں گے۔'' وہ رک رک کر بولا۔

''ثبوت......؟ کیسا ثبوت......؟''

''اب یہ تو نہیں معلوم...... مگر میرا خیال ہے کہ شاید تصویریں یا کوئی ڈاکومنٹس...... آج کل ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ ہو سکتا ہے انہوں نے کسی سی ڈی یا یو ایس بی پر کچھ محفوظ کر لیا ہو۔'' وہ دھیرے دھیرے بول رہا تھا۔

یو ایس بی کے نام پر انیقہ کے ذہن میں پٹاخا سا پھوٹا مگر اس نے انسپکٹر پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ وہ اس کی مدد کر رہا تھا مگر نہ جانے کیوں اس کو اس کا انداز عجیب سا لگ رہا تھا۔

''اچھا...... مجھے اس بارے میں کچھ علم نہیں ہے، آپ کو کوئی خبر ملے تو مجھے بتایئے گا۔'' وہ اسے جواب دے کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

''یو ایس بی......'' یہ لفظ اس کے ذہن میں گونج رہا تھا۔ خضر نے ایک ہفتے پہلے اسے ایک عجیب سی قلم نما یو ایس بی دکھائی تھی۔

''یہ کچھ عجیب نہیں ہے؟'' وہ اس کا جائزہ لیتے ہوئے بولی تھی۔

''عجیب سے زیادہ کارآمد ہے...... یہ نہ صرف جدید یو ایس بی ہے بلکہ اس میں کیمرا اور ٹیپ ریکارڈر بھی ہے یعنی یہ باریک سا قلم پورا جاسوس ادارہ ہے، سمجھیں۔''

''ارے واہ...... جیمز بانڈ 007 کی فلموں کے آلات اب سچ میں سب کو میسر ہیں۔''

''ہاں، بس ان کا استعمال ٹھیک ہونا چاہیے۔'' وہ گھر پہنچ کر دیکھنا چاہتی تھی کہ خضر کی وہ کارآمد یو ایس بی کہاں ہے؟ کیا وہ اسے ساتھ لے گیا تھا یا وہ گھر پر موجود ہے؟

ہو سکتا تھا کہ واقعی اس میں ایسا کوئی ثبوت، کوئی کلیو موجود ہو جو اسے خضر تک پہنچا سکے۔

یا اس کے غیاب کے ذمے داروں کی جانب اشارہ کر سکے۔

گھٹا ٹوپ اندھیرے میں امید کی ہلکی سی کرن نظر آئی تھی اور وہ اس کے سہارے منزل تک پہنچنے کا خواب دیکھ رہی تھی۔

گاڑی پارک کر کے وہ تقریباً بھاگتی ہوئی اوپر چڑھی تھی۔

خضر اپنی اس قسم کی چیزیں درازوں وغیرہ میں نہیں رکھتا۔ اسے معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے، اگر یو ایس بی گھر میں تھی تو وہ خضر کے کوٹوں میں سے کسی کی انر پاکٹ میں ہی ہو سکتی تھی۔

اس نے ایک ایک کر کے تمام کوٹ چھان ڈالے تھے۔ الماری کا سارا سامان بستر پر ڈھیر کر دیا تھا۔ گھر میں موجود تمام درازیں چھان ماری تھیں۔ گھر کا ڈیسک ٹاپ اور خضر کے لیپ ٹاپ کو بھی دیکھ لیا تھا۔ وہ یو ایس بی کہیں نہیں تھی۔

اس کا ایک ہی مطلب ہو سکتا تھا کہ وہ اسے ساتھ لے گیا ہو اگر اغوا کے وقت وہ یو ایس بی اس کے پاس تھی اور کسی کو اس میں موجود کسی مواد سے دلچسپی تھی تو اسے حاصل کرنے کے بعد خضر کو غائب کرنے کی وجہ سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔

'کہیں خضر کو کچھ ہو تو نہیں گیا؟' اس خیال کے آتے ہی اس کی سانس رکنے سی لگی تھی۔ وہ جن خطرناک لوگوں سے لڑ رہا تھا، جس کے خلاف تفتیش کر رہا تھا، وہ بہت طاقتور اور بے رحم تھے۔ ان کا تو کام ہی خون بہانا تھا۔ ''نہیں...... خضر کو کچھ نہیں ہوا ہے۔'' اس نے سر جھٹک کر آنسو پونچھے اور سارا سامان الماری میں ٹھونسنے لگی۔ خود کو تسلی دینے کے باوجود اس کے اندر کا خوف اس کے وجود کو لرزا رہا تھا۔ ہینگر لٹکاتے ہوئے اس کا پیر پھسلا، خود کو گرنے سے بچانے کے لیے اس نے ساتھ رکھی میز کا سہارا لینے کی کوشش کی مگر سنبھلتے

www.urdupalace.com

سنبھلتے بھی وہ گر ہی پڑی۔ اگرچہ اسے کوئی خاص چوٹ نہیں لگی تھی مگر وہ چند لمحے ماربل کے فرش پر ساکت پڑی رہی۔ اٹھنے سے پہلے اس کی نظر میز کے نیچے رکھے خضر کے جوتوں پر پڑی، یہ اس کے جاگنگ شوز تھے۔ اس نے نہ جانے کس احساس کے تحت جوتا باہر نکالا اور اس میں ہاتھ ڈال کر اس کے چھوڑے ہوئے لمس کو محسوس کرنے کی کوشش کی۔

اچانک اس کا ہاتھ کسی سخت چیز سے ٹکرایا۔ اس نے ٹٹول کر اسے دوبارہ محسوس کیا اور تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے سامنے وہی 007 یو ایس بی چمک رہی تھی۔

☆☆☆

انیقہ کو چند لمحوں تک اپنی نظروں پر یقین نہیں آیا۔ پھر وہ بجلی کی سی تیزی سے کھڑی ہوئی۔ یو ایس بی اس کی مٹھی میں دبی ہوئی تھی۔ اس نے اپنا لیپ ٹاپ نکالا اور یو ایس بی اس میں لگائی۔

جوش سے اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ اسے خضر کی خبر ملنے والی تھی۔ نہ جانے اس یو ایس بی میں کیا تھا، کیسا ثبوت تھا؟ کوئی خطرناک تصویر......؟ کسی شرمناک معاہدے کے دستخط...... نہ جانے کیا تھا ایسا جس کی وجہ سے خضر کی جان پر بن گئی تھی۔ اس نے مائی کمپیوٹر کو ہٹ کیا جیسے ہی ایکسٹرنل فولڈر کا آئی کون نمودار ہوا اس نے اسے دبایا۔

یو ایس بی کھل گئی تھی۔

جو کچھ اس کی نظروں کے سامنے تھا، اسے اس پر یقین نہیں آرہا تھا۔

انیقہ کافی دیر تک اسکرین کو دیکھتی رہی، اس کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں، وہ کیا کرے؟ کیا وہ کچھ کر پائے گی؟ یہ سوال اس کے حواس اُڑا رہے تھے۔

انیقہ نے اپنا لیپ ٹاپ بند کیا، یو ایس بی کو میز کی دراز میں ڈالا اور تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

امید کی یہ کرن بھی ہلکا سا جھماکا دکھا کر اندھیرے میں کھو گئی تھی۔ چند لمحے پہلے والا جوش اب عجیب سی کمزوری میں ڈھل گیا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر روئے مگر وہ تہیہ کر چکی تھی کہ اب وہ نہیں روئے گی۔ اس کے آنسو اس کی ہمت بنیں گے اور اس ارادے پر وہ پوری طرح کاربند رہنا چاہتی تھی۔

اس وقت وہ بہت مایوس تھی مگر اسے یقین تھا کہ کل کا سورج اس کے لیے نئی خبر لائے گا۔ نئی خبر جو سب کچھ بدل دے گی۔ صبح واقعی سب کچھ بدلنے والا تھا مگر کیا...... یہ صرف کاتبِ تقدیر کو ہی معلوم تھا۔

☆☆☆

اس کی آنکھ گھنٹیوں کی تیز آوازوں سے کھلی تھی۔ رات بڑی دیر تک سونے کی کوشش میں جاگنے کے بعد اس نے بالآخر نیند کی گولی کا سہارا لیا تھا۔ اور اب کچی نیند سے اس طرح جاگنے کی وجہ سے چند لمحوں تک تو وہ سمجھ ہی نہیں پائی تھی کہ وہ کہاں ہے اور یہ آوازیں کیسی ہیں؟ دو منٹ بعد جب اس کے حواس بحال ہوئے تو وہ سمجھ پائی کہ فون کی گھنٹی اور کال بیل دونوں ساتھ بج رہی تھیں، وہ تیزی سے بستر سے نکلی۔ فون کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر وہ خاموش ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے سلیپر پہنے اور دروازے کی طرف بڑھی۔ آنے والا اب کال بیل پر ہاتھ رکھ کر گویا بھول ہی گیا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی اسے زرین کا بدحواس چہرہ نظر آیا۔ غالب ہمیشہ کی طرح اس کے ساتھ تھا۔

”کیا ہوگیا ہے زرین، تم اتنی پریشان کیوں ہو؟“ وہ اسے دیکھ کر گھبرا گئی۔ ”اندر آؤ...... آپ بھی غالب بھائی...... کیا کچھ برا ہوا ہے؟“

”بہت...... بہت برا ہوا ہے۔“ زرین بمشکل بولی۔

”میں پانی لاتی ہوں۔“ انیقہ کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

”تم پانی رہنے دو...... یہاں آکر میرے پاس بیٹھو۔“ زرین اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

”یار مجھے بہت پیاس لگ رہی ہے......“ وہ بولی۔ وہ اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

زرین چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔ ”انیقہ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کیا کہوں، میں یہ بات کبھی نہیں کہنا چاہتی تھی مگر میں یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اور تمہیں بتائے۔“

”کیا کہے جا رہی ہو زرین...... پہلے اپنے حواس بحال کرو۔“ وہ بولی۔ عین اسی وقت اس کے ہاتھ میں موجود موبائل بجا۔

”ایک منٹ۔“ اس نے زرین کو رکنے کا اشارہ کیا اور فون کان سے لگایا۔ ”ہیلو...... جی......“ وہ صرف اتنا ہی کہہ پائی تھی اس کا چہرہ لمحہ بھر میں سفید ہوگیا، ہاتھ میں پکڑا موبائل زمین پر گر کر اس کی زندگی کے مانند بکھر گیا تھا۔

”انیقہ...... انیقہ......“ زرین نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

www.urdupalace.com

اس نے ایک نظر زرین کو دیکھا، کچھ کہنا چاہا مگر کہہ نہیں پائی۔

لمحہ بھر میں اس کی آنکھوں کے سامنے سے زرین اور غالب کے چہرے، کمرا اور وہ سارا منظر اوجھل ہو گیا تھا۔

☆☆☆

''یہ نہیں ہو سکتا زرین۔'' انیقہ نے ہوش سنبھالتے ہی پہلا جملہ یہی ادا کیا۔

''میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ یہ غلط ہو۔'' زرین پورے خلوص سے بولی۔ ''میں نے صبح اخبار میں گمشدہ ڈی ایس پی کی لاش برآمد کی خبر پڑھی تو میرے ہوش اُڑ گئے تھے۔ اتنا شاندار انسان اس طرح کیسے جا سکتا ہے۔ اسی لیے میں بھاگی بھاگی یہاں آئی۔ مجھے ڈر تھا کہ تم اس خبر کو سہار نہیں سکو گی۔ میں نے پولیس اسٹیشن بھی فون کیا تھا، ان کا کہنا تھا کہ تم فون ریسیو نہیں کر رہیں۔''

''تم...... تم خضر کو لاش نہیں کہو گی۔'' وہ یک دم بپھر کر بولی۔

''او کے، او کے، تم پلیز خود کو سنبھالو۔''

''ہمیں پولیس اسٹیشن چلنا ہو گا۔'' انیقہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

''ہاں...... مگر تم ٹھیک ہو نا...... میرا مطلب ہے چل سکو گی نا......؟'' زرین نے پوچھا۔

غالب اس دوران میں فون پر پولیس اسٹیشن سے تفصیلات معلوم کر رہا تھا۔ ''میرا خیال ہے کہ انیقہ کا وہاں چلنا فی الحال ضروری نہیں ہے۔'' وہ فون بند کرتے ہوئے بولا۔

''کیا مطلب؟ پولیس والے شناخت کے لیے کال کر رہے تھے نا۔'' زرین چونکی۔

''میں نے ابھی تمام تفصیلات معلوم کی ہیں، انہیں لاش سمندر کے دور دراز کنارے سے ملی ہے اور اس کی حالت بہت زیادہ خراب ہے۔ اسے شناخت کرنا تو ایک طرف دیکھنا بھی ممکن نہیں ہے۔''

''پھر...... پھر وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ...... وہ خضر ہے؟'' انیقہ کی آواز بھرّا گئی۔

''انیقہ......'' غالب اس کے قریب آ کر بیٹھا اور نرمی سے اس کے کندھے پکڑتے ہوئے بولا۔ ''انہوں نے اسے اس کی گھڑی اور انگوٹھی سے شناخت کیا ہے، میں نے وہ دونوں چیزیں یہاں منگوائی ہیں تاکہ تم انہیں پہچان سکو۔ تمہیں خود کو سنبھالنا ہو گا۔ انیقہ یہ آسان نہیں ہے خصوصاً اس وقت...... مگر ہم سب کو تمہاری ذہنی قوت کی ضرورت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ لازمی طور پر خضر ہے خدانہ کرے کہ وہ ہو مگر...... وہ ہو بھی سکتا ہے۔'' وہ دھیرے دھیرے بول رہا تھا۔ ''تم سن رہی ہو نا میری بات...... تمہیں رونا آ رہا ہے تو تم رو سکتی ہو...... بلکہ رونا اچھا ہے، کبھی کبھی یہ آنسو بہت بڑی رحمت ہوتے ہیں جیسے کوکر سے نکلنے والی گیس اسے پھٹنے نہیں دیتی ویسے ہی یہ بھی غم کے اثر کو کم کرتے ہیں۔''

''مجھے نہیں رونا......'' انیقہ اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولی۔ ''میں کیوں روؤں، مجھے پتا ہے کہ وہ خضر نہیں ہے۔ اگر وہ اس کی انگوٹھی یا گھڑی ہو بھی تب بھی یہ کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تم نے کہا نا کہ باڈی کی حالت خراب ہے۔ وہ جتنے خطرناک لوگوں سے لڑ رہا ہے وہ کسی لاش کو اس کی انگوٹھی اور گھڑی پہنا کر بھی تو پھینک سکتے ہیں سمندر میں......''

''یہ ہو سکتا ہے۔'' غالب نے سر ہلایا۔ ''مگر نہیں بھی ہو سکتا...... میں چاہتا ہوں کہ تم سارے امکان نظر میں رکھو۔''

''یہی ہوا ہے غالب، آپ کو زندگی میں ایک طرف ہونا پڑتا ہے...... دونوں امکان ساتھ لے کر چلنے والے ڈوب جاتے ہیں۔''

''اچھا...... میں دیکھتا ہوں۔ زرین تم انیقہ کے ساتھ رہو، میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔''

غالب کو گئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ انسپکٹر راحیل شناخت کی چیزیں لے کر آ پہنچا۔

''بھابی مجھے افسوس ہے بہت، ہم سب بہت غمگین ہیں اور ان لوگوں کو نہیں چھوڑیں گے۔'' وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

''آپ یہ افسوس مت کریں۔'' انیقہ صفائی سے بولی۔

''کیا مطلب؟'' اس کے اس جملے کو سن کر وہ عجیب طرح سے گڑبڑا گیا۔

''میرا مطلب ہے کہ ضروری نہیں کہ یہ سب خضر کا ہو۔''

''آپ دیکھیے...... یہ گھڑی اور انگوٹھی...... یہ دونوں خضر کی نہیں، ہم نے ہمیشہ انہیں یہ پہنے دیکھا ہے۔''

وہ پلاسٹک کی مخصوص تھیلی سے دونوں چیزیں نکالتے ہوا بولا۔

خضر کی گھڑی اور انگوٹھی اگلے لمحے اس کی آنکھوں کے سامنے تھیں۔ ایک لمحے کو انیقہ کو لگا جیسے اس کا دل بند ہو

www.urdupalace.com

جائے گا مگر اگلے ہی لمحے یقین کی آکسیجن اس کی زندگی کا سبب بن گئی۔

''کیا یہ ان کا سامان نہیں ہے؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''ہاں، یہ ان کی ہی چیزیں ہیں مگر ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ آپ کو ملا ہے، وہ، وہی ہوں۔'' انیقہ نے بہت تحمل سے کہا۔ ''زرین میں کچھ دیر تنہا رہنا چاہتی ہوں۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔''

کمرے میں پہنچ کر وہ بستر پر جا گری تھی۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔ انسپکٹر راحیل کا رویہ اسے پہلے بھی عجیب لگا تھا اور اب بھی اس کا گھبرانا اور مُصر ہونا عجیب سا لگا تھا۔

اس سے بھی عجیب بات یہ تھی کہ اس کا ذہن اب اس باڈی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہیں رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ معاملہ کچھ زیادہ ہی گڑبڑ ہے۔ دیکھنے کی بات یہ تھی کہ آخر اس سارے ڈرامے کی وجہ کیا تھی؟ اور اسے اب اسی وجہ کو تلاشنا تھا۔

اگلے تین دن بہت تیزی سے گزرے تھے۔ انیقہ نے سمندر سے دریافت ہونے والی لاش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا البتہ اس کی بے نام تدفین کا انتظام ضرور کرا دیا تھا۔

زرین اور غالب عارضی طور پر اس کے گھر ہی منتقل ہو گئے تھے۔

پولیس نے انیقہ کی طرف سے سخت ردِعمل کے باوجود خضر کی تلاش کی مہم کو تقریباً بند کر دیا تھا۔ یہ ضرور کہا جا رہا تھا کہ مجرمان کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے گا مگر وہ اس رسمی اعلان سے بالکل متاثر نہیں ہوئی تھی۔ میڈیا میں خضر کے غائب ہونے اور پھر اس لاش کے برآمد ہونے کی خبر کئی روز تک اِن رہی تھی۔ انیقہ کا موقف بھی مسلسل دکھایا جا تا رہا تھا مگر انیقہ جانتی تھی کہ اگلی بریکنگ نیوز کے ملتے ہی یہ خبر ان کے ذہنوں سے اتر جائے گی۔

اب اسے خود ہی کچھ کرنا تھا۔ انیقہ مسلسل سوچ رہی تھی کبھی کوئی کیس نہ ہارنے والی وکیل کے سامنے اس کی اپنی زندگی کا کیس تھا اور وہ کسی بھی صورت اسے ہارنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس دوران میں انسپکٹر راحیل نے اسے ایک بار فون کیا تھا اور اسے اس ثبوت کی تلاش کے بارے میں کوشش کرنے کو کہا تھا۔

انیقہ نے اسی ''ثبوت'' کو ہی نقطہ آغاز بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

کچھ بھی کرنے سے قبل اس نے زرین اور غالب سے بات کرنا ضروری سمجھا تھا۔

''زرین میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو، تم نے ہر مشکل میں میرا ساتھ دیا ہے مگر اس بار معاملہ کچھ الگ ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ خضر کہاں ہیں؟ میں ان کی تلاش میں آخری حد تک جاؤں گی، یہ میرا فیصلہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ناکامی میرا مقدر بنے اور مجھے کہیں گمنام تکلیف دہ موت کا سامنا کرنا پڑے۔ میں تم دونوں کو اس سب میں الجھانا نہیں چاہتی۔ مجھے جب ضرورت ہوگی اور ممکن ہوگا تو میں تمہیں آواز دوں گی۔'' اس سے آگے کچھ کہنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔

''تو اب تم ہم سے کیا چاہتی ہو؟'' زرین اسے گھورتے ہوئے بولی۔ ''ہم کھانے کی میز سے اٹھیں، تمہیں وش یو گڈ لک کہیں اور اپنے گھر جائیں؟''

''زرین ناراض مت ہو، میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''سمجھ لیا ہے۔'' اس بار غالب بولا تھا۔ ''زرین ہم نے بے وقوفی کی، انیقہ کو زبردستی دوست اور بہن سمجھ لیا۔ دیکھا اس نے کتنی آسانی سے ہمیں غیر کر دیا۔''

''غالب......'' انیقہ کی آواز رندھ گئی۔ ''تم دونوں میرے جینے کا سہارا ہو...... میں تمہیں کسی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتی۔''

''بس...... ہو گئے بہت ڈائیلاگ...... تم نے بول دیا اور ہم نے سن لیا۔ اب یہ بتاؤ کہ پلان کیا ہے؟ اور تم کیا کرنا چاہتی ہو؟'' زرین نے گویا بات ختم کر دی۔

انیقہ چند لمحے ان دونوں کو دیکھتی رہی پھر دھیرے سے بولی۔ ''میں بہت خوش قسمت ہوں زرین......''

''میں نے کہا نا کہ کچھ نہیں سننا مجھے اور نہ ہی رونا دھونا ہے۔'' زرین اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ ''یہ کام کا وقت ہے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' انیقہ میں گویا نئی توانائی آ گئی تھی۔

☆☆☆

انسپکٹر راحیل خاصا الجھا ہوا تھا۔

اس پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ بعض فیصلے انسان کے لیے مسلسل عذاب بن جاتے ہیں۔ سانپ کے گلے میں چھچھوندر کے مانند نہ انہیں نگلا جا سکتا ہے اور نہ اُگلا جا سکتا

www.urdupalace.com

ہے۔
وہ اپنے طور پر پوری کوشش کر رہا تھا مگر نتیجہ بہرحال اس کے ہاتھ میں نہیں تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کھیل میں ناکامی کا کوئی رشتے دار نہیں ہوتا۔
اسے جلد اپنی کارکردگی دکھانا تھی۔
فون کی گھنٹی کی آواز اسے سوچوں سے باہر کھینچ لائی۔ اس نے غصے سے میز پر رکھے فون کو دیکھا پھر ریسیور اٹھالیا۔ دوسری جانب سے آنے والی آواز کو سن کر وہ الرٹ ہو گیا۔
''جی بھائی...... میں راحیل ہی بول رہا ہوں۔ آپ بتائیں کیا آپ کو کچھ ملا؟''
''جی راحیل بھائی...... مجھے ایسا لگ رہا ہے۔''
دوسری طرف سے انیقہ بول رہی تھی۔
''آپ مجھے بتائیں، میں آ کر دیکھتا ہوں۔ میں آپ کی مدد کروں گا۔''
''میں آپ کو بتاؤں گی مگر فی الحال میں اسے کھول نہیں پا رہی...... میں سب کچھ خود دیکھنا چاہتی ہوں اس کے بعد ہی آپ کو زحمت دوں گی۔'' انیقہ بولی۔ ''میں جاننا چاہ رہی تھی کہ کیا یہ ثبوت کسی سی ڈی وغیرہ کی شکل میں ہو سکتا ہے؟'' وہ نہایت معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔
''بالکل...... بالکل بھابی۔ سی ڈی یا پھر یو ایس بی کی شکل میں۔'' وہ جوش میں بولا۔
''ٹھیک ہے راحیل بھائی پھر شاید یہ وہ نہیں ہے مگر میں تلاش جاری رکھوں گی۔'' یہ کہہ کر انیقہ نے فون بند کر دیا۔
انسپکٹر چند لمحے خالی الذہنی کی حالت میں فون کو دیکھتا رہا پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے جیب سے موبائل نکالا اور نمبر ملا کر کان سے لگا لیا۔ کال شاید پہلی بیل پر ہی ریسیو کر لی گئی تھی۔
''جی...... بات شاید بن جائے...... کچھ خبر ملی ہے......''
''نہیں، فوری قدم اٹھانا خطرناک ہوگا۔'' وہ دوسری طرف سے کہے گئے جملے کے جواب میں بولا۔ ''میں سمجھتا ہوں...... ٹھیک ہے میں کوشش کرتا ہوں۔'' اس نے کہا۔ اور فون بند کر دیا۔
معاملہ اس کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا۔ اسے بہت جلد کچھ کرنا تھا۔
کرارے نوٹوں کی مہکتی خوشبو کی طلب اسے بے قرار کر رہی تھی۔

اس نے میز پر پڑا اپنا سروس ریوالور جیب میں رکھا۔ دوسری جیب میں بڑے سیاہ ریوالور کو تھپتھپایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

''تمہیں کیا لگ رہا ہے؟ وہ کیا کرے گا؟'' زرین نے انیقہ کے فون رکھتے ہی پوچھا۔
''کچھ نہ کچھ تو ضرور کرے گا۔'' وہ اطمینان سے بولی۔
''ایسا نہ ہو کہ وہ یہاں دھاوا بول دے۔''
''نہیں، یہ غلطی وہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس واردات میں پھر شک اسی پر جائے گا۔'' انیقہ بولی۔
اسے انسپکٹر راحیل پر پہلے دن سے شک تھا اور امید تھی کہ ثبوت کے ملنے کی ہلکی سی بھنک اسے متحرک کر دے گی اور وہ کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرے گا جس سے ان کا راستہ ہموار ہوگا۔ اس نے اس معاملے میں جس قدر دلچسپی لی تھی، اس سے انیقہ کا شک، یقین میں بدل گیا تھا۔
اس نے خضر کی قلم والی یو ایس بی اپنے لاکر میں منتقل کر دی تھی۔ خالی ہونے کے باوجود وہ یو ایس بی اس کے لیے بہت اہم تھی۔ وہ ہی اصل مجرم تک پہنچنے کے لیے اس کا بانکا بھی تھی اور چارا بھی۔
وہ رات ان تینوں نے خاصی بے چینی میں گزاری تھی۔ دوسرا دن بھی خاموشی سے گزر گیا تھا۔ انیقہ کے اندر توڑ پھوڑ ہونا شروع ہو گئی تھی۔ اسے رہ رہ کر خضر کا خیال آ رہا تھا، اس کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ وہ خضر کو دوبارہ دیکھ پائے گی یا نہیں، یہ سوچ اسے مضطرب کیے دے رہی تھی۔
وہ دفتر سے وقت سے پہلے اٹھ گئی تھی۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بھی وہ سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ گھر پہنچ کر کچھ دیر سونے کی کوشش کرے گی۔ شاید اس طرح اس کا تھکا ہوا مضمحل ذہن تازہ ہو جائے۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے اسے کچھ عجیب سا احساس ہوا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی پھر سر جھٹک کر آگے بڑھی۔
وہ چند قدم آگے بڑھی ہی تھی کہ اسے اندر اپنے بیڈ روم سے کھٹکے کی آواز سنائی دی۔ یہ اس قدر واضح آواز تھی کہ وہ اسے اپنی سماعت کا دھوکا قرار نہیں دے سکتی تھی۔ اس آواز کے بعد یک دم خاموشی چھا گئی۔
''کون ہے وہاں؟'' انیقہ بے اختیار چلا اٹھی۔ وہ بہت زیادہ خوف زدہ تھی۔ اسے اب یقین ہو گیا تھا کہ اندر

www.urdupalace.com

غرایا۔اس نے اپنی گرفت سخت کی تھی کہ ایک دم دو باتیں ایک ساتھ ہوئیں۔ اپارٹمنٹ کے بیرونی دروازے پر غالب کی باتیں کرنے کی آواز آئی۔ وہ غالباً زرین سے چابی مانگ رہا تھا۔انیقہ اور اس شخص کی توجہ بھی اس آواز پر بھٹکی اور انیقہ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کے ہاتھ پر زور سے کاٹا۔ وہ کراہ کر پیچھے کی طرف مڑا۔انیقہ نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ ملگجی روشنی میں وہ اس کا چہرہ اچھی طرح دیکھ سکتی تھی۔ وہ کسی مقامی لوفر یا بدمعاش کا چہرہ تھا۔ اس کی آنکھوں سے سفا کی ٹپکتی تھی۔ بڑی بڑی مونچھوں نے گویا ہونٹوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔

''کہاں ہے خضر......؟'' وہ دیوانوں کی طرح اس کی طرف لپکی۔

وہ ابھی تک اپنا بازو جھٹک رہا تھا جس پر انیقہ کے دانتوں نے خون کی لکیر بنا دی تھی۔

انیقہ کے سوال پر اس نے دانت پیس کر اس کی طرف دیکھا پھر تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر اپنا ہاتھ جمایا اور اسے گھسیٹتا ہوا ڈرائنگ روم میں جا گھسا۔

اپارٹمنٹ میں بیرونی دروازے کے ساتھ ایک لابی سی تھی جس میں ایک جانب ڈرائنگ روم تھا۔ یہ لابی لاؤنج اور پھر رہائشی کمروں کی جانب لے جاتی تھی۔

انیقہ جس قدر مزاحمت کر سکتی تھی کر رہی تھی، کیونکہ اندر آنے والے لاؤنج یا بیڈروم کی جانب جاتے، ڈرائنگ روم کی طرف ان کا دھیان فوری طور پر جانا مشکل تھا۔ وہ حملہ آور بھی یہ بات سمجھ رہا تھا اسی لیے اس نے ڈرائنگ روم کی طرف رخ کیا تھا۔

''مجھے چھوڑو......'' وہ بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''بالکل...... چھوڑ رہا ہوں تمہیں...... یہ لو۔'' وہ دانت پیس کر بولا۔انیقہ صرف یہ دیکھ پائی کہ اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا لمبا چاقو تھا۔ اس کی آنکھیں خوف اور حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ اس کے دائیں پہلو میں اچانک گویا آگ سی اتر گئی۔ اس کے ہاتھ خود کو اس تکلیف سے بچانے کے لیے پہلو تک پہنچے اور اپنے ہی خون میں لتھڑ گئے۔ وہ شاک کی حالت میں کبھی خود کو اور کبھی اس حملہ آور کو دیکھ رہی تھی۔ چاہنے کے باوجود اس کے ہونٹوں سے آواز برآمد نہیں ہو پا رہی تھی اور وہ لڑکھڑا کر نیچے گر گئی۔

اسی وقت غالب اور زرین گھر میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے کمرے میں جاتے ہی وہ حملہ آور خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ یقیناً وہ لمحہ بھر میں اپارٹمنٹ اور پھر بلڈنگ سے باہر نکل جانے والا تھا۔ انیقہ کے پاس خضر تک جانے والے راستے کا یہی واحد سراغ تھا مگر وہ کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔ تکلیف اتنی شدید تھی کہ وہ حرکت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ تیزی سے بہتا خون اس کی تمام تر توانائیاں اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔ صرف اس کا دماغ کام کر رہا تھا۔ اس نے بمشکل اپنی جگہ سے حرکت کی اور کھسکتے ہوئے سینٹر ٹیبل کو دھکا دینے کی کوشش کی...... پہلی کوشش میں وہ میز کو ہلا نہیں پائی لیکن دوسری کوشش میں ایش ٹرے اور اس پر رکھا گلدان زوردار آواز کے ساتھ زمین پر جا گرے۔

''ڈرائنگ روم میں کون ہے؟'' زرین کی آواز پر انیقہ نے اطمینان کی سانس لی۔

''میں دیکھتا ہوں۔'' غالب نے جواب دیا پھر تیزی سے آتے قدموں کی آوازیں کمرے کی جانب بڑھیں۔ انیقہ کا پورا وجود سماعت بنا ہوا تھا۔

غالب پہلے کمرے میں داخل ہوا تھا، وہ فرش پر پڑی انیقہ اور اس کے اردگرد پھیلے خون کو دیکھ کر ایک لمحے کو ساکت سا ہو گیا۔

''انیقہ...... ارے...... یہ کیا ہوا...... زرین کال، ایمبولینس فوراً۔'' وہ زور سے چلایا۔

''کیا ہوا......؟'' اس کی آواز کے ساتھ ہی زرین اندر داخل ہوئی۔

''انیقہ...... اوہ میرے خدا......'' وہ اسے دیکھ کر دوڑتی ہوئی اس کے قریب آئی۔

''زرین......'' انیقہ بمشکل بول پا رہی تھی۔ ''وہ بھاگ رہا ہے...... وہ...... اسے خضر کے بارے میں معلوم ہے...... اسے پکڑو...... اسے پکڑنا پڑے گا۔''

''سب کچھ بعد میں انیقہ......'' زرین روتے ہوئے بولی۔ غالب اس دوران میں ایمبولینس بلا چکا تھا۔

انیقہ نے مایوسی سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ جو بھی تھا یقیناً اتنی دیر میں کہاں سے کہاں نکل گیا ہوگا۔

اگلے دو دن انیقہ نے سوتے جاگتے کی کیفیت میں گزارے تھے۔ اگرچہ ڈاکٹرز کے مطابق چاقو کا وار اوچھا پڑا تھا جس سے کوئی بھی اعضا خطرناک طور پر متاثر نہیں ہوا تھا۔ مگر پھر بھی خون کے زیادہ بہہ جانے اور زخم کی وجہ سے انیقہ کی حالت خراب تھی۔ جسمانی حالت سے زیادہ مسئلہ اس کے ذہنی اسٹریس کا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے سکون اور خواب آور ادویات کے انجکشن دیے جا رہے تھے۔ وہ جب بھی جاگتی، زرین کو اپنے پاس دیکھتی۔ اس سے شکوہ کرتی

www.urdupalace.com

کوئی موجود ہے اس نے دروازہ اپنی چابی سے کھولا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ جو بھی تھا، اس کے پاس اس کے گھر کی چابی موجود تھی۔

وہ لاؤنج اور اپنے کمرے کی درمیانی گزرگاہ تک پہنچ چکی تھی۔ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے سوچا۔ اس مشکل لمحے میں اسے یک دم خضر کا خیال آیا پھر اس کی سیکیورٹی ٹپس کا ''ذرا گڑبڑ کا شک ہو تو کسی کھلی جگہ جہاں لوگ موجود ہوں وہاں پہنچو، تنہائی میں کوئی بھی شخص آسان شکار ہوتا ہے۔'' اس نے صرف ایک لمحہ سوچنے کے لیے لیا اور پھر تیزی سے باہر نکلنے کے لیے پلٹی۔

مگر وہ جو اس کے کمرے میں موجود تھا، اس کے لیے بھی وہ ایک لمحہ ہی فیصلہ کن ثابت ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازے تک پہنچ پاتی، ایک ہاتھ کی مضبوط گرفت نے اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ وہ اس کے عین پیچھے تھا اور اس نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے اتنی سختی سے پکڑا ہوا تھا کہ اس کی سانس گھٹ رہی تھی۔

''چھوڑو...... مجھے چھوڑو۔'' وہ بمشکل بولی۔

''تمہیں غلط وقت پر انٹری نہیں دینا چاہیے تھی۔'' ایک بھرائی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''اور بعض غلطیاں قابلِ معافی نہیں ہوتیں۔'' وہ سفاکی سے بولا۔

''کک...... کک کون ہو تم......؟ کیا چاہیے تمہیں؟''

''دیکھو اس حالت میں بھی تمہیں کتنے سوال سوجھ رہے ہیں مگر بات تم نے عقل کی پوچھی ہے۔ آخر ویسے ہی تو اتنی مشہور وکیل نہیں بن گئیں نا۔''

''چھوڑو...... چھوڑو مجھے۔'' وہ چلائی مگر اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہیں ہو پائی تھی۔ اس نے اپنا بھاری سیاہ ہاتھ اس کے منہ پر جما دیا تھا۔

''اسمارٹ ہونا اچھی بات ہے مگر اوور اسمارٹنس صحت کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے۔'' وہ اپنی گرفت کو مزید سخت کرتا ہوا بولا۔ ''لگتا ہے یہ بات تمہیں اور تمہارے اس پولیس افسر شوہر کو کسی نے نہیں بتائی...... ہاں؟''

''تم...... تم خضر کو جانتے ہو؟ کہاں ہے؟ پلیز مجھے بتاؤ۔'' وہ گڑگڑائی۔

''بتا سکتا ہوں اگر تم مجھے اس ثبوت کے بارے میں بتادو...... اس یو ایس بی کے بارے میں......''

''یو ایس بی......؟'' انیقہ بولی۔ ''مجھے نہیں معلوم اس ثبوت کے بارے میں...... میں سچ کہہ رہی ہوں۔''

''مجھے معلوم تھا تم اتنی آسانی سے نہیں بتاؤ گی۔'' وہ

www.urdupalace.com

کہ اس نے اس آخری کلیو کو بھی گم کر دیا۔ کبھی خضر سے معافیاں مانگتی، تیسرے دن وہ کچھ سنبھل پائی تھی۔ اسی روز اس کا بیان بھی ریکارڈ ہو گیا تھا۔ اس نے حملہ آور کا حلیہ بھی تفصیل سے بیان کر دیا تھا۔

ڈاکٹرز کے مطابق اس کا زخم بہت بہتر حالت میں تھا مزید تین سے چار دن میں اس کے ٹانکے خود ہی تحلیل ہو جانے والے تھے۔ چوتھے دن وہ گھر آ گئے تھے۔ غالب نے اس دوران اپارٹمنٹ کے تالے تبدیل کروا دیے تھے۔ سیکیورٹی کا انتظام بھی پہلے سے بہتر ہو گیا تھا۔ دروازے پر ایک گارڈ بھی تعینات کر دیا گیا تھا۔

انیقہ بالکل خاموش تھی۔ اس نے کسی چیز کے بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ وہ بس سوچے جا رہی تھی۔

''کیوں اتنی چپ ہو تم؟'' بالآخر زرین سے نہیں رہا گیا تھا۔ ''مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم اپنی ہمت کھوتی جا رہی ہو؟''

''زرین مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''کس بات کا ڈر......؟''

''کیا میں کبھی خضر کو ڈھونڈ پاؤں گی؟ اس نے مایوسی سے سوال کے جواب میں سوال کیا۔

''ہاں......'' زرین مضبوط لہجے میں بولی۔ ''اگر اللہ کی رضا ہوئی تو......''

''ہاں...... یہ تو ہے۔'' انیقہ دھیرے سے بولی۔

''انیقہ تمہاری امی تم سے بہت محبت کرتی تھیں نا......؟'' زرین نے اچانک پوچھا۔

''امی...... ہاں، امی کی جان تھی مجھ میں۔ میری ہر خواہش، ہر تمنا...... حتیٰ کہ جو میں سوچتی تھی نا...... امی وہ بھی کرتی تھیں میرے لیے۔ کبھی کبھی تو میں سوچتی تھی کہ امی کو ٹیلی پیتھی آتی ہے۔ خود ہی سمجھ جاتی تھیں سب کچھ......'' وہ سوچوں میں کھو گئی۔

''تم کو معلوم ہے نا کہ اللہ اپنے بندوں سے ستر ماؤں جتنی محبت کرتا ہے؟'' زرین نے دوسرا سوال کیا۔

''ہاں۔'' اس بار انیقہ سوچتے ہوئے بولی تھی۔

''پھر کیسے وہ اپنے کسی بھی بندے کی جائز تمنا پوری نہیں کرے گا۔ بس وہ کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو...... ہماری صرف وہ تمنائیں اور دعائیں پوری نہیں ہو پاتیں جو ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتیں کیونکہ جو وہ پاک پروردگار جانتا ہے وہ ہم نہیں جانتے اور پھر بھی اگر کسی بھی وجہ سے کوئی دعا پوری نہیں ہو پاتی تو بھی ہمارا عظیم رب اپنے بندے کی کوشش کو ضائع نہیں ہونے دیتا، اسے نیکی بنا کر ہمارے حساب میں تحریر کر دیتا ہے جو اس روز ہمارے کام آئے گی جب ایک ایک نیکی انمول ہو گی اور جس کا رب اتنا رحیم ہو، کیا وہ کسی بھی پریشانی میں ہمت ہارتا اچھا لگتا ہے؟''

''نہیں، بالکل نہیں۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' انیقہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ''سوری اللہ میاں۔'' اس کے ذہن و دل پر چھا جانے والے مایوسی کے جالے گویا ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے۔ اسے خضر کی بہت فکر تھی مگر اس احساس نے کہ ستر ماؤں جتنی محبت کرنے والا رب خضر کے ساتھ ہے..... اس کی تکلیف بہت حد تک کم کر دی تھی۔

☆☆☆

اگلے تین چار دن سست روی سے گزرے تھے۔ انیقہ کا زخم تیزی سے بھر رہا تھا۔ ڈاکٹرز اور زرین کی کوششوں سے اب وہ چلنے پھرنے لگی تھی۔ اس کے زخمی ہونے کی خبر ایک بار پھر ڈی ایس پی خضر ابراہیم کی گمشدگی کے معاملے کو میڈیا میں زندہ کر گئی تھی۔ کئی لوگوں نے اس سے رابطے کی کوشش بھی کی تھی۔ حتیٰ کہ ایک اپوزیشن پارٹی کی طرف سے اس حوالے سے واک کی آفر بھی کی گئی تھی مگر انیقہ فی الحال کسی سے بھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے نئے سرے سے اپنا لائحہ عمل طے کرنا تھا۔

''تو تم یہ مشہور کرنا چاہتی ہو کہ وہ یو ایس بی تم کو مل گئی ہے؟'' زرین نے پوچھا۔

''ہاں...... کیونکہ اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں ہے ہمارے پاس......''

''مگر اس طرح وہ تم پر دوبارہ حملہ آور ہوں گے۔'' زرین نے گویا خبردار کیا۔

''ہاں مگر ہم اس کے لیے تیار ہوں گے اس بار......'' غالب بولا۔ ''اس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی حقیقی کلیو یا راستہ مل جائے۔''

''جی میں نے بھی یہی سوچا ہے۔ جب تک ان میں سے کوئی سامنے نہیں آتا، ہم کیا کر سکتے ہیں۔'' انیقہ بولی۔ ''ہاں غالب، پولیس کو اس حملہ آور کے حلیے سے کوئی پہچان ملی؟''

''نہیں، انہوں نے اسکیچ سے کوشش کی ہے مگر وہ کوئی عادی مجرم یا کم از کم کوئی ایسا مجرم نہیں ہے جس کا ریکارڈ موجود ہو۔'' غالب بولا۔

''اچھا...... پھر ہم یہی کرتے ہیں۔'' انیقہ نے جواب دیا۔

www.urdupalace.com

''تو تم یہ خبر کس طرح پھیلاؤ گی؟'' زرین نے پوچھا۔

''کسی میڈیا پر انٹرویو دے کر...... کلر خود بھی کوشش کریں گے کہ یہ چیز دیکھیں۔'' انیقہ نے جواب دیا۔

''اچھا...... کوئی دوسرا راستہ تو ہے نہیں۔'' زرین کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''ہاں زرین کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔'' انیقہ مضبوط لہجے میں بولی۔ مگر اگلی ہی صبح انہیں دوسرا راستہ مل گیا تھا۔

رات وہ تینوں ہی بہت دیر تک جاگتے رہے اس لیے صبح دیر تک سوتے رہے۔ انیقہ کی آنکھ فون کی تیز آواز سے کھلی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔ پہلے اس نے فون کو نظر انداز کرنے کے بارے میں سوچا پھر اسے یاد آیا کہ کل سے فون کا فائر آئی ڈی ٹھیک سے کام نہیں کر رہا ہے۔ نہ جانے یہ کس کا فون ہو اور مس ہو جائے۔ یہی سوچ کر اس نے ہاتھ بڑھایا اور ریسیور اٹھالیا۔

''انیقہ خضر ابراہیم۔'' دوسری طرف سے پھنسی پھنسی آواز میں اس کا پورا نام لیا گیا۔

''جی میں بول رہی ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیا تم ڈی ایس پی خضر ابراہیم کے بارے میں جاننا چاہتی ہو؟'' اس سوال نے اس کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ حواسوں پر سے نیند کی دھند یک دم مٹا ڈالی تھی۔

''بالکل...... میں جاننا چاہتی ہوں وہ کہاں ہے؟ کیسا ہے؟ کیا آپ میری مدد کر سکتے ہیں؟ اور...... اور آپ کون ہیں؟''

''میں تمہارا ہمدرد ہوں اور تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہونا چاہیے۔'' دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔ اس بار لہجہ پہلے سے زیادہ سرد تھا۔ ''میں تمہیں صرف ایک ٹپ دے سکتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ اگر تم واقعی اس کو ڈھونڈنا چاہتی ہو تو تم کو سید پور جانا چاہیے۔'' ان جملوں کے ساتھ ہی کال کٹ گئی۔

''ہیلو...... ہیلو...... میری بات تو سنو۔'' انیقہ فون بند ہونے کے بعد بھی اضطراری طور پر بولی تھی پھر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

وہ چند لمحے خاموشی سے بیٹھی سوچتی رہی۔

یہ کوئی چال بھی ہو سکتی تھی اور پھندا بھی مگر اسے کسی بھی حال میں خضر تک پہنچنا تھا اور اس کے لیے اسے جاننا تھا کہ اس کی گمشدگی کی وجہ کیا ہے؟

وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اسے غائب کیا ہے؟

اور وہ کیا چاہتے ہیں؟

وہ جدید دور کی شہزادی تھی جس کے پاس اپنے سوالات کے جواب تلاش کرنے کے لیے کسی حاتم طائی کی سہولت موجود نہیں تھی۔

اسے تاریک راستے کا سفر خود طے کرنا تھا اور پھر وہیں سے منزل کا نشان بھی ڈھونڈنا تھا۔

اور اس سب کے لیے اسے یہ خطرہ مول لینا ہی تھا۔

☆☆☆

سید پور شہر سے ڈھائی سو کلومیٹر کی مسافت پر ایک چھوٹا مگر جدید سا شہر نما قصبہ تھا۔ یہاں کا بہتر موسم اور میلوں پر پھیلا سفاری پارک لوگوں کی توجہ کا مرکز تھا۔ انیقہ، زرین اور غالب دوپہر کے بعد وہاں پہنچے تھے۔ گاڑی کے ذریعے سفر نے ان کی چولیں ہلا دی تھیں۔ شہر کے بہترین ہوٹل میں ان کی بکنگ تھی۔ طے یہی پایا تھا کہ تھوڑا آرام کر کے باہر نکلا جائے گا۔

''ہم یہاں تو پہنچ گئے مگر اب ہم کریں کیا؟'' وہ تینوں انیقہ کے کمرے میں چائے پی رہے تھے۔

''انتظار...... یہی ہمارا آپشن نمبر 1 بھی ہے۔ دو بھی اور تین بھی۔'' غالب سر ہلاتا ہوا بولا۔ ''وہ ہمدرد یقیناً ہم پر نظر رکھے ہوئے ہوگا اور رابطہ بھی کرے گا۔''

''یہ تو ہوا آڈینس پول...... مگر ایکسپرٹ رائے کی تو ضرورت پڑے گی نا۔'' زرین، انیقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

''تم دونوں اپنا یہ کون بنے گا کروڑپتی بند کرو۔'' انیقہ مسکرائی۔ غالب ٹھیک کہہ رہا ہے۔ مجھے بھی یہی امید ہے مگر ہم یہاں بیٹھ کر انتظار نہیں کریں گے، ہمیں باہر نکلنا ہو گا...... یہاں کے لوگوں سے ملتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ یہاں ایسا کیا ہے؟''

''ٹھیک ہے...... ایک بات بتاؤ، انیقہ کیا تم اور خضر پہلے یہاں کبھی آئے ہو یا پھر اس نے کبھی تم سے سید پور کا ذکر کیا ہو؟'' غالب نے پوچھا۔

''نہیں، آئے تو کبھی نہیں اور نہ ہی خضر نے کبھی ذکر کیا۔'' انیقہ سوچتے ہوئے بولی۔ پھر یک دم اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ ''ممتاز شاہ۔'' وہ اچانک زور سے بولی۔

''کون ممتاز شاہ......؟'' زرین نے پوچھا۔

''ایک بار سید پور کے حوالے سے خضر نے کسی ممتاز شاہ کا نام لیا تھا۔ اس کے سوا مجھے کچھ یاد نہیں آرہا۔''

''یہ بھی بہت ہے، ہم پتا کرتے ہیں کہ ممتاز شاہ کون

www.urdupalace.com

جدید کترنیں

☆ تعلیم حاصل کرو چاہے تمہیں اسکول کیوں نہ جانا پڑے۔

☆ ماں کے قدموں تلے جنت ہے اور باپ کے قدموں اور آنکھوں ''تلے جنت 2'' ہے۔

☆ آج کا کام کل پر چھوڑ و کیا خبر کہ کل اس کام کو کرنے کے لیے کوئی مشین ایجاد ہو جائے۔

☆ غیبت کرنے والے کبھی اکیلے نہیں ہوتے، ان کے ساتھ پورا محلہ ہوتا ہے۔

☆ بعض خوشیاں بغیر خواہش کے بھی تو مل جاتی ہیں جیسے سگریٹ کی بھری ڈبیا راستے میں مل جائے۔

☆ کسی شاعر نے اپنی محبوبہ کے لیے کیا خوب کہا۔
''تم خوب صورت ہو بلا کی اور کسی بلا سے کم نہیں۔''

تباہی

☆ وہ شخص اپنی قوم پر تباہی لاتا ہے جو کبھی بیج نہیں بوتا، نہ کبھی تعمیری اینٹ کو اٹھا کر اینٹ پر رکھتا ہے اور نہ کوئی کپڑا بنتا ہے لیکن سیاست کو اپنا پیشہ بنالیتا ہے۔

☆ سفیر اپنے ملک کی ''آنکھ'' اور ''کان'' ہوتا ہے۔

مرحا گل، درابن کلاں

گئیں معلومات...... مجھے نہ جانے کیوں لگ رہا ہے کہ یہ بادشاہ صاحب ہی ہماری منزل ہو سکتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ ان تک کیسے پہنچا جائے۔''

زرین بولی۔ ''کوئی نہ کوئی راستہ ضرور ہوگا۔''

انیقہ بڑبڑائی۔ ''ہمیں سوچنا ہوگا کوئی ایسا طریقہ جس سے اسے ہم پر شک بھی نہ ہو۔''

مگر انہیں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔

☆☆☆

اسی شام انہیں ممتاز شاہ کا خود ہی فون آ گیا تھا۔

''انیقہ بی بی میں ممتاز شاہ بول رہا ہوں۔ آپ ہمارے علاقے میں تشریف لائی ہیں ہماری طرف سے خوش آمدید......'' اس کے لہجے میں جاگیردارانہ طنطنہ موجود تھا۔

''آپ کا بہت شکریہ شاہ صاحب...... ویسے آپ کو میری آمد کا کیسے علم ہوا؟'' انیقہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''ہاہا...... میں نے کہا نا یہ ہمارا علاقہ ہے یہاں پرندہ بھی ہماری مرضی کے بغیر پر نہیں مار سکتا۔ ویسے مذاق سے ہٹ کر کمشنر صاحب سے بات ہوئی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ ہے؟ شاید اس سے کچھ معلومات حاصل ہو سکیں۔'' غالب نے پُرجوش انداز میں کہا۔ ''اور ہاں غالب تمہیں کمشنر صاحب نے جو نمبر دیا تھا، اس سے بات بھی کرنی ہے۔'' انیقہ نے یاد دلایا۔ سید پور کے لیے نکلنے سے قبل انیقہ پولیس کمشنر جلال الدین سے بات کر کے نکلی تھی۔ پہلے تو انہوں نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی تھی اور اس کے نہ ماننے پر سید پور پولیس اسٹیشن کے افسر کا فون نمبر وغیرہ دیا تھا اور ان کو پابند کیا تھا کہ وہ وہاں پہنچ کر ان کے حوالے سے اس سے رابطہ کر لیں تاکہ بوقتِ ضرورت وہ انہیں فوری طور پر مدد فراہم کر سکیں۔ انیقہ نے دبے لفظوں میں انسپکٹر راحیل کے بارے میں اپنے تحفظات سے بھی انہیں آگاہ کیا تھا۔

''اوکے...... آئی وِل سی دس (میں اس معاملے کو دیکھتا ہوں)۔'' وہ سنجیدگی سے بولے تھے۔

''جی میڈم...... میں نے بات کر لی ہے انسپکٹر کامران سے...... اس نے اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا ہے۔ ہاں اسی سے ممتاز شاہ کے بارے میں کیوں نہ پوچھا جائے؟''

''نہیں۔'' انیقہ کچھ سوچ کر بولی۔ دروازے پر ہونے والی دستک نے ان تینوں کو متوجہ کر لیا تھا۔

''یس......'' غالب نے دروازہ کھولا تو ویٹر برتن لینے آیا تھا۔

''تم یہاں ممتاز شاہ نامی کسی صاحب سے واقف ہو؟'' انیقہ نے یکلخت ویٹر سے پوچھا۔ ''ہم سے ان کا ایڈریس کھو گیا ہے۔''

''شاہ جی...... کو...... یہاں سید پور میں کون نہیں جانتا بی بی صاب......'' وہ بولا۔ ''وہ تو بادشاہ ہیں یہاں کے۔''

''کیا مطلب؟''

''ان کی بہت زمین ہے سید پور میں اور اسمبلی کے ممبر بھی ہیں۔ ہمیشہ وہ ہی جیتتے ہیں۔'' وہ گویا ان کی کم علمی پر افسوس کرتا ہوا بولا۔ ''ان کا سفید محل یہاں سید پور میں بہت مشہور ہے اور جو لوگ گھومنے پھرنے آتے ہیں، وہ بھی باہر سے اس کی تصویر ضرور بناتے ہیں۔''

''اندر سے کیوں نہیں؟'' زرین نے پوچھا۔

''سفید محل میں داخل ہونا آسان کام نہیں ہے۔ شاہ جی بلائیں تو الگ بات ورنہ وہاں سخت پہرا ہوتا ہے، کُتّے بھی ہیں اور سنا ہے رات کو کرنٹ بھی لگا دیتے ہیں تاروں میں۔'' ویٹر نے رازداری سے مطلع کیا۔

''اچھا...... بھئی بڑے لوگ بڑی باتیں۔'' غالب اس کے ہاتھ میں ٹپ کا نوٹ رکھتے ہوئے بولا۔ ''لو بھئی مل

www.urdupalace.com

خضر صاحب کی اہلیہ یہاں آئی ہے، خیال رکھنے کو کہا ہے۔ خضر ہمارا دوست تھا۔ اس حوالے سے آپ بہت محترم ہیں۔"

"تھامت کہیے شاہ صاحب......" وہ بات کاٹ کر بولی۔

"مگر مجھے تو بتایا گیا تھا کہ...... چلیے چھوڑیئے اس بات کو...... اللہ کرے ایسا ہی ہو آپ یہ بتایئے کہ آپ کل کس وقت ہمارے غریب خانے پر تشریف لا رہی ہیں؟"

"سفید محل پر......؟" انیقہ بے اختیار بولی۔

"ارے واہ آپ کو ہمارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔" وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

"جی ہاں، سفید محل...... یہاں کے لوگ اسے سفید محل ہی کہتے ہیں تو پھر صبح کتنے بجے گاڑی بھیجوں؟"

"گاڑی ہے ہمارے پاس، ہم خود آجائیں گے، آپ بتایئے آپ کس وقت فارغ ہیں؟" انیقہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"یوں کریں کہ کل لنچ ہمارے ساتھ کریں۔ آپ بہت قابل وکیل ہیں۔ کمشنر صاحب نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔"

"یہ تو ان کی کرم فرمائی ہے...... ٹھیک ہے میں اپنے دونوں دوستوں کے ہمراہ کل بارہ تک آپ کی طرف پہنچتی ہوں۔"

"ضرور...... آپ کے دوست ہمارے خاص مہمان ہیں چشم ماروشن دل ماشاد...... یوں بھی ہماری مہمان نوازی کی مثالیں دی جاتی ہیں۔" وہ قدرے تکبر سے بولا۔

فون بند ہونے کے بعد انیقہ چند لمحوں تک آنکھیں بند کر کے اس آواز کو یاد کرنے کی کوشش کرتی رہی جس نے خود کو ہمدرد قرار دیا تھا مگر وہ آواز ممتاز شاہ کی آواز سے یکسر مختلف تھی۔

"تو ہم کل جا رہے ہیں...... یہ اچھا ہوا جو اس کی خود کال آگئی۔" زرین بولی۔

"ہاں، مگر ایک بات قابلِ غور ہے کمشنر صاحب نے اسے انیقہ کے بارے میں بتایا...... نہ جانے کیوں اس وقت مجھے تمام ہی لوگ مشکوک نظر آرہے ہیں۔" غالب نے سر جھٹکا۔

"کچھ ایسی ہی کیفیت میری بھی ہے۔" انیقہ بولی۔

"بہرحال جو بھی ہوگا، سامنے آجائے گا۔"

شام تک انہوں نے انسپکٹر کامران سے ملاقات کی۔ تھوڑی دیر کے لیے پارک میں چکر لگایا اور پھر ہوٹل واپس آگئے۔

انسپکٹر کامران بہت اچھے مزاج کا تعاون کرنے والا پولیس افسر تھا۔ اس کا شمار اچھے فرض شناس پولیس افسران میں ہوتا تھا۔ اس نے انہیں نہ صرف اپنے دفتری بلکہ ذاتی نمبر بھی دے دیے تھے اور پورا یقین دلایا تھا کہ دن و رات کے کسی بھی لمحے کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں وہ لمحوں میں ان تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔

"خضر ابراہیم کو میں اور مجھ جیسے میرے کئی ساتھی اپنے رہنما کی طرح دیکھتے آئے ہیں، ان جیسے افسر پولیس فورس کی شان ہیں اور ان کے لیے کچھ کر کے مجھے بے انتہا خوشی ہوگی۔"

انیقہ خود کو خاصا تھکا ہوا محسوس کر رہی تھی اس لیے وہ جلد ہی کھانا کھا کر سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔ وہ نہ جانے کتنی دیر سوتی رہی تھی۔

اس کی آنکھ موبائل کی بیل سے کھلی تھی۔ اسکرین پر ایک نامعلوم نمبر چمک رہا تھا۔ پہلے انیقہ نامعلوم نمبر سے کم ہی فون اٹھایا کرتی تھی۔ اس کے کلائنٹس جانتے تھے کہ کسی ایمرجنسی سے ہٹ کر کال سے پہلے کیا گیا ایس ایم ایس رابطے کے لیے زیادہ کارگر ثابت ہوتا تھا۔ وہ ایس ایم ایس دیکھ کر انہیں خود ہی کال کر لیا کرتی۔ مگر اب معاملہ دوسرا تھا۔ اب تو وہ کال اس امید سے اٹھاتی تھی کہ شاید خضر کے بارے میں کوئی خبر مل جائے، اس نے کال ریسیو کر لی۔

اس کے ہیلو کے جواب میں دوسری جانب خاموشی رہی تھی پھر کسی کا طویل قہقہہ سنائی دیا تھا۔ اس ہنسی میں اتنی سفا کی تھی کہ ایک لمحے کو انیقہ کا دل لرز سا گیا۔

"کون ہو تم؟ کیوں فون کیا ہے؟" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"میں تمہارا ہمدرد ہوں وکیل صاحبہ......" بالآخر وہ بولا۔

"ہمدرد اس طرح گمنام نہیں رہا کرتے۔" اس نے جواب دیا۔ "میں یہاں آگئی ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔ ویسے تم جانتی ہو نا کہ اکثر مہمان آتے تو اپنی مرضی سے ہیں مگر واپس اپنی مرضی سے نہیں جا پاتے جیسا کہ تمہارا شوہر خضر بے چارہ......" وہ تحقیر بھرے انداز میں بولا اور پھر وہی شیطانی ہنسی دوبارہ سنائی دی۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم......؟" انیقہ کا غصہ اس کے خوف پر حاوی ہو گیا تھا۔

www.urdupalace.com

''ارے......رے ناراض مت ہو وکیل صاحب! میں نے تو تمہیں خبردار کرنے کے لیے فون کیا ہے۔ تمہیں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ بہت زیادہ ہوشیار۔'' اس کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی اور پھر لائن بے جان ہو گئی۔ انیقہ نے موبائل نیچے رکھا تو اس کے ہاتھ پیر کانپ رہے تھے۔

اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔

کیا وہ کسی ٹریپ کا شکار ہو گئی تھی؟

کیا وہ خضر تک پہنچ بھی پائے گی؟

اور سب سے اہم سوال جو اس کا اصل خوف تھا اور جس کے بارے میں گفتگو تو ایک طرف وہ سوچنا بھی نہیں چاہ رہی تھی وہ یہ تھا کہ خضر کہاں تھا؟

اور......وہ تھا بھی کہ نہیں......؟

☆☆☆

سفید محل واقعی کسی محل سے کم نہیں تھا۔ قدیم طرزِ تعمیر کی شاہکار اس حویلی پر کیا گیا سفید رنگ اور پھر سرخ کھپریل نے اسے قابلِ دید بنا دیا تھا۔ فرش ماربل سے بنا تھا یعنی کہ ستونوں تک کو ماربل سے سجایا گیا تھا۔ گیٹ سے اندرونی دروازے تک پہنچنے میں انہیں کئی منٹ لگے تھے۔ اس لمبے سے پورچ وے پر کم از کم پندرہ سے بیس گاڑیاں کھڑی کی جاسکتی تھیں اس کے ساتھ ہی خوب صورت باغ نما لان تھا۔

محل کی اندرونی سجاوٹ بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی جس ہال نما کمرے میں انہیں پہنچایا گیا تھا، وہ قیمتی اینٹک سجاوٹ اور جدید فیشن کا مکسچر نظر آرہا تھا۔ دیواروں پر مختلف سیاسی رہنماؤں اور حکمرانوں کے ساتھ تصاویر کے گروپس لگے تھے۔

''واقعی یہ گھر کے علاوہ سب کچھ ہے۔'' زرین نے بیٹھتے ہوئے سرگوشی کی۔ ''محل، میوزیم، باغ......''

''ہُم......'' غالب مسکرایا۔

انیقہ باریک بینی سے پورے کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔ اسی دوران میں ایک لمبا اور بھاری جسامت والا شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ دو افراد اور تھے۔

''خوش آمدید......معزز مہمانوں کا سفید محل میں سواگت ہے، میں ممتاز شاہ ہوں اور یہ میرا چھوٹا بھائی مکرم شاہ......'' وہ انیقہ اور زرین کے سامنے سر کو ہلکا سا خم کرتے ہوئے بولا۔

وہ خاصی بارعب شخصیت کا مالک تھا۔ سانولی رنگت، موٹی موٹی سیاہ آنکھوں، چہرے پر موجود گھنی داڑھی اور لمبی مونچھوں نے اس کے جاگیردارانہ لُک کو تقویت دی تھی۔

اس کا بھائی مکرم شاہ اپنے بھائی سے بالکل الٹ نظر آرہا تھا۔ اس کی رنگت خاصی صاف تھی۔ ہلکی سی داڑھی، چمکتی ہوئی تیز طرار آنکھیں اور چہرے پر مسکراہٹ موجود تھی۔

''شکریہ، بہت خوب صورت محل ہے آپ کا......اور بہت بڑا بھی......'' انیقہ انہیں دیکھ کر مسکرائی۔ ''میں انیقہ خضر ہوں اور یہ زرین اور غالب، میرے قریبی دوست۔''

''بہت بہت خوشی ہوئی کہ آپ لوگ آئے۔ خضر سے میری ملاقات رہتی ہے، بہت قابل پولیس افسر......'' وہ کچھ بولتے بولتے رکا شاید اسے انیقہ کی تنبیہ یاد آگئی تھی۔ ''ہے وہ...... بھروسا مند اور ایمان دار...... کمشنر صاحب بہت تعریف کرتے ہیں اس کی...... رب کرے کہ وہ جلد مل جائے۔''

''آمین......'' انیقہ نے جواب دیا۔

ممتاز شاہ نے انہیں بتایا کہ ایک موقع پر خضر نے اس کی بہت مدد کی تھی۔ اسے نقصان پہنچنے سے بچایا تھا اور وہ اس حوالے سے اس کے احسان مند رہے ہیں اور یہ کہ وہ انیقہ کی ہر طرح سے مدد کے لیے تیار ہیں۔

کھانا بہت پُرتکلف تھا مگر کھانے کے بعد حویلی کی سیر نے سب کچھ ہضم کر دیا تھا۔ حویلی بہت شاندار تھی سب سے بڑا کمال یہ تھا ممتاز شاہ نے اسے بہت اچھی طرح مین ٹین کر رکھا تھا۔ اس کے بہت سے حصے تو ایسے تھے جنہیں دیکھ کر یہ گمان ہوتا ہی نہیں تھا کہ یہ کسی سو سال سے زیادہ قدیم حویلی کا حصہ ہیں۔ ایک خاصے بڑے ہال کو جم کی شکل دی گئی تھی۔ جہاں جدید مشینیں موجود تھیں۔

تین گھنٹوں بعد وہ واپسی کے لیے نکلے۔

''بہت اچھا کیا کہ آپ لوگ حویلی آئے، جب جی چاہے یہاں آیئے مجھے بہت خوشی ہوگی۔ بلکہ ہمارے اس محل کے ہوتے آپ کو ہوٹل میں ٹھہرنے کی بھی کیا ضرورت ہے؟'' ممتاز شاہ انہیں رخصت کرتے ہوئے بولا۔

''شکریہ شاہ صاحب، وہ بھی تو آپ کے شہر کا حصہ ہے۔'' انیقہ مسکرائی۔

''ہاں یہ تو ہے۔'' وہ اپنے بائیں کان کی لَو مسلتا ہوا بولا۔ ''میری کسی بھی مدد کی ضرورت ہو تو بس ایک کال کریں کسی تکلف کے بغیر۔'' وہ بولا۔

''بہت مہربانی......'' انیقہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی۔

www.urdupalace.com

مکرم شاہ اس پوری ملاقات میں پس منظر میں رہا تھا مگر واضح طور پر وہ خاصے دوستانہ مزاج کا حامل نظر آرہا تھا۔ ممتاز شاہ کے مقابلے میں وہ خاصا تعلیم یافتہ تھا اور کاروبار کررہا تھا۔

''کیا کہتی ہو تم اس ممتاز شاہ کے بارے میں؟'' راستے میں غالب نے انیقہ سے پوچھا۔

''خطرناک...... خطرناک آدمی ہے، بااثر ہے، پیسے والا ہے اور شاہانہ مزاج کا شخص ہے۔ ویسا ہی جیسے ہمارے 90 فیصد جاگیردار ہوتے ہیں۔'' انیقہ نے جواب دیا۔ ''وہ جتنا ملنسار اور مہمان نواز نظر آنے کی کوشش کررہا تھا، ویسا ہرگز نہیں ہے۔''

''ہاں...... سچ کہہ رہی ہو، اس کا انداز ہی بتا رہا تھا کہ وہ صرف حکم دینے کا عادی ہے۔ اس کا بھائی البتہ خاصا مختلف ہے۔'' زرین بولی۔

''مگر وہ بڑے بھائی سے خاصا دبتا ہے۔''

''ظاہر ہے جب بڑا بھائی ڈان ہو تو ڈرنا ہی پڑتا ہے۔'' زرین بولی۔

انیقہ مسکرائی۔ اس نے اب تک ان دونوں کو رات والی فون کال کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ ممتاز شاہ سے ملاقات کے دوران اس نے اسے جتا دیا تھا کہ وہ وہاں خضر کی تلاش میں آئی ہے اور اب جلد ہی اس تک پہنچنے والی تھی، وہ چاہتی تھی کہ اگر اس سب کے پیچھے اس کا ہاتھ ہے تو وہ جلد از جلد کوئی قدم اٹھائے۔

''مگر سید پور ہی کیوں؟ آپ کو ایسا کیوں لگا ہے کہ یہاں سے آپ کو خضر کے بارے میں معلومات مل سکتی ہیں؟'' اس نے پوچھا تھا۔

''کیونکہ...... مجھے کچھ ثبوت ملے ہیں اور ان کی روشنی میں، میں یہاں تک آئی ہوں۔'' اس نے ان جملوں پر اس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا تھا مگر وہاں وہی بے پروائی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس کو اس پورے معاملے کی کوئی خبر نہ ہو یا پھر...... وہ بہت اچھا اداکار تھا۔

بہرحال وہ اپنا کام کر آئی تھی۔ اگر خضر کی گمشدگی کا کوئی تعلق ممتاز شاہ سے تھا تو اس کی ان باتوں کے بعد اس کی توجہ ان پر ہونی چاہیے تھی اور یوں حقیقت کھلنے کی امید کی جاسکتی تھی۔

رات گئے تک اس کے ذہن سے اس فون کال کا تاثر زائل نہیں ہوا تھا۔ وہ شیطانی ہنسی اس کے حواسوں پر سوار تھی۔ اس نے گفتگو کے دوران میں ممتاز شاہ کی آواز اور لہجے پر خاصا دھیان دیا تھا۔ یہ طے تھا کہ وہ فون اس نے نہیں کیے تھے مگر اس جیسے شخص کے لیے کسی سے فون کروانا کیا مشکل تھا۔

وہ ہمدرد کون تھا؟ اور کیوں اس کے ساتھ چوہے بلی والا کھیل کھیل رہا تھا؟ اس سب سے اُسے کیا حاصل تھا؟ وہ مسلسل یہی سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

اگلا روز خاموشی سے گزر گیا۔

انہوں نے کچھ لوگوں سے ملاقاتیں کی تھیں۔ انسپکٹر کامران سے بھی بات ہوئی تھی۔ گزشتہ ایک ماہ میں کسی نے بھی خضر کو سید پور میں نہیں دیکھا تھا۔

وہ سخت ذہنی دباؤ کا شکار تھی۔ انتظار یونہی بہت مشکل ہوتا ہے پھر ایک ایسا انتظار جس میں کسی بھی بات کے ہونے کا کوئی یقین یا ٹائم فریم یا پلان موجود نہ ہو، اعصاب کو توڑنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اسی لیے اس نے شام میں غالب اور زرین کو بہت اصرار کے ساتھ باہر گھومنے پھرنے بھیجا تھا۔ وہ تو اسے بھی ساتھ لے جانے پر مُصر تھے مگر وہ درحقیقت تھکن محسوس کررہی تھی اس لیے اس نے آرام کرنا مناسب سمجھا تھا۔

''تم لوگوں کو گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ میں ہوٹل میں محفوظ ہوں۔ یوں بھی میں آرام کرنا چاہتی ہوں، تم لوگ جاؤ تھوڑا ریلیکس کرو۔'' وہ ان کے اصرار پر حتمی انداز میں بولی تھی۔

ان کو گئے ایک ڈیڑھ گھنٹا ہی ہوا تھا، مختصر سے آرام کے بعد انیقہ خود کو قدرے فریش محسوس کررہی تھی جب مکرم شاہ کی کال آئی۔

''میڈم...... بھائی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔'' سلام دعا کے بعد اس نے بتایا۔

''شاہ صاحب...... کب......؟''

''ابھی......؟'' مکرم شاہ نے جواب دیا۔

''ابھی...... اسی وقت...... مگر اس وقت تو زرین وغیرہ باہر ہیں، میرے پاس گاڑی نہیں ہے۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم صبح مل لیں؟''

''اصل میں وہ صرف آپ سے ہی ملنا چاہتے ہیں۔'' وہ کچھ ہچکچاتا ہوا بولا۔ ''انہیں شاید خضر صاحب کے حوالے سے کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے اور وہ چاہ رہے ہیں کہ ابھی وہ بات کسی اور کو معلوم نہ ہو...... اگر انہیں کل تین چار روز کے لیے شہر سے باہر نہ جانا ہوتا تو میں خود آپ کو کل ہی

www.urdupalace.com

کال کرتا۔'' وہ تفصیل بتاتے ہوئے بولا۔
''اوہ...... اگر ایسی بات ہے تو میں آ رہی ہوں۔''
خضر کا نام سن کر انیقہ کھڑی ہوگئی۔
''میں نے آپ کے لیے گاڑی بھیج دی ہے۔ آپ تشریف لے آیئے۔ بھائی صاحب نے کہا ہے کہ فی الحال اس ملاقات کو راز ہی رکھیے گا۔'' مکرم شاہ نے گفتگو مکمل کر کے فون بند کر دیا۔
انیقہ پانچ منٹ میں تیار ہوگئی تھی۔ بالآخر انتظار کے بادل چھٹے تو تھے۔ معاملہ کچھ آگے بڑھا تھا۔ باقی رہا سوال خطرے کا تو وہ تو خطرے کا سامنا کرنے کے لیے ہی یہاں آئی تھی۔
اس نے غالب اور زرین کو کال کرنے کی کئی بار کوشش کی مگر شاید وہ کسی ایسی جگہ تھے جہاں سگنل کم یا ناپید تھے۔ ریسیپشن سے گاڑی آنے کی اطلاع پر اس نے ان دونوں کو اپنا پروگرام ایس ایم ایس کر دیا تھا۔ وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کی غیر موجودگی سے پریشان ہو جائیں اور پھر پروگرام پلان دیے بغیر جانا بھی غلط تھا۔
وہ اب خضر کی طرح سوچنے لگی تھی۔ ''سیکیورٹی ٹپس کے مطابق کسی نہ کسی کو آپ کی نقل و حرکت کا سارا علم ہونا چاہیے۔'' اس کے کانوں میں خضر کی آواز گونجی تو وہ بے اختیار مسکرا دی۔
سیاہ چمکدار گاڑی کی آرام دہ نشست پر بیٹھنے تک وہ متضاد سوچوں میں گھری ہوئی تھی۔ وہ صحیح کر رہی تھی یا غلط...... یہ وہ نہیں جانتی تھی مگر اسے یہ معلوم تھا کہ وہ شاید اپنی منزل کے قریب آ رہی تھی۔
☆☆☆
جب وہ سیاہ کار سفید حویلی کے عالی شان گیٹ میں داخل ہوئی، اندھیرا چھا چکا تھا۔ آسمان پر پورا چاند اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔
پورا چاند یا ماہِ کامل جو زمین پر بسنے والوں کی زندگیوں پر اثرانداز ہونے کی پُراسرار طاقت رکھتا تھا۔ جوار بھاٹا چاہے سمندروں میں ہو یا انسانی ذہن و دل میں، چاند سے کسی نہ کسی طرح جڑے ہوتے ہیں۔
پورے چاند کی رات سمندر بے قابو ہو جاتے ہیں تو انسان جو خود 70 فیصد پانی سے کشید ہے، اس سے کیسے بچ سکتا ہے مگر انیقہ اس وقت نہ تو چاند کو دیکھ پائی تھی نہ اس کی چمکتی چاندنی کو...... اس کا ذہن مسلسل خضر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس بار اسے ایک قدرے چھوٹے ڈرائنگ روم میں بٹھایا گیا تھا۔ چند لمحوں میں ہی مکرم شاہ کمرے میں داخل ہوا۔
''بھائی صاحب بس آ رہے ہیں۔'' سلام دعا کے بعد اس نے ادب سے بتایا۔ ''اصل میں ان کے کوئی سیاسی دوست اچانک آ گئے ہیں وہ ان کو رخصت کر کے آیا ہی چاہتے ہیں۔ آپ اس دوران چائے لیں گی یا کافی؟''
''کافی ٹھیک رہے گی۔'' انیقہ بولی۔ اسے ممتاز شاہ کا شدت سے انتظار تھا۔ بلی تھیلے سے باہر آنے ہی والی تھی۔ کافی کے دوران میں وہ اور مکرم شاہ اِدھر اُدھر کی گفتگو کرتے رہے تھے۔ مکرم شاہ کئی ممالک کا سفر کر چکا تھا۔ وہ اسی حوالے سے ملک میں تعلیم کی صورتِ حال پر بات کر رہے تھے کہ وہ چونکی...... مکرم شاہ صوفے پر بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا۔
''ارے...... آپ کو کیا ہوا؟'' وہ بولی۔
''مکرم صاحب......'' اس بار اس کی اپنی آواز اسے خود بھی اجنبی سی لگی۔ اس نے اٹھ کر دروازے کی طرف جانا چاہا مگر کمرا، دروازہ، صوفہ سب اچانک اوپر نیچے ہو گئے تھے۔ اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ انیقہ نے ہاتھ بڑھا کر کسی غیر مرئی چیز کا سہارا لینے کی کوشش کی اور پھر نا کام ہونے پر لڑکھڑاتی ہوئی قالین پر ڈھیر ہوگئی۔
ماہِ کامل کا جادو چل گیا تھا۔
☆☆☆
اسے ہوش آیا تو وہ کسی نیم اندھیری جگہ پر ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔ ایک لمحے کو تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے؟ کیوں ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ ہے کون؟ پھر جیسے ہی کچھ سنبھلی اسے کافی اور پھر مکرم شاہ یاد آیا۔
اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی، اس بار وہ اس میں کامیاب رہی مگر اب بھی اس کا سر چکرا رہا تھا۔ نہ جانے وہ کب سے یہاں تھی۔ اس کا والٹ، فون کچھ بھی اس کے پاس نہیں تھا۔
وہ لڑکھڑاتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلی تھی کہ کسی چیز سے ٹکرا کر گر پڑی۔
وہ مکرم شاہ تھا۔
وہ بھی اسی کمرے میں زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔
''اٹھیے۔'' اس نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ وہ شاید کوئی بہت زود اثر دوا تھی جو انہیں دی گئی تھی۔ مکرم شاہ اس کے جھنجھوڑنے پر اٹھ بیٹھا تھا۔ چند لمحے وہ اسے خالی الذہنی کی

www.urdupalace.com

کیفیت میں دیکھتا رہا پھر اچھل پڑا۔

''یہ سب کیا ہے؟ ہم کہاں ہیں؟ یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ بھائی صاحب کہاں ہیں؟'' وہ سوالات پر سوالات داغے جا رہا تھا۔

''یہ تو آپ مجھے بتائیں گے۔ آپ نے مجھے بلایا، وہ کافی بھی آپ کے گھر میں آپ کے لوگوں نے ہی بنائی تھی؟'' انیقہ زہر بھرے لہجے میں بولی۔ ''اور شاید یہ جگہ بھی آپ کی حویلی کا ہی حصہ ہے اور کمال یہ ہے کہ آپ سوالات بھی مجھ سے ہی کر رہے ہیں۔''

''اوہ۔'' مکرم شاہ نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

''یہ کیا ہوا ہے؟ بھائی صاحب آپ سے ملنا چاہتے تھے اور پھر یہ سب...... میں خود نہیں سمجھ پا رہا......''

''میں سمجھاؤں آپ کو......؟'' انیقہ ہلکے سے غرائی۔

''میرے شوہر خضر کے غائب ہونے میں آپ کے بھائی صاحب یا شاید آپ کا بھی ہاتھ ہے۔ مجھے یہی شک تھا اسی لیے میں یہاں آئی تھی۔''

''آپ یقین کریں کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا میں تو یوں بھی زیادہ تر ملک سے باہر رہتا ہوں۔ اس سیاست اور گڑبڑ سے دور......'' وہ بولا۔

''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں اس بات پر یقین کر لوں گی؟'' وہ غصے سے بولی۔ ''مگر اب آپ لوگوں کے لیے بچنا آسان نہیں ہوگا کسی بھی مجرم کے لیے نہیں ہوتا۔ مہلت ضرور ملتی ہے مگر سزا بھی پھر اتنی ہی تکلیف دہ ہوتی ہے۔''

''شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' مکرم شاہ نے تکلیف سے آنکھیں بند کر لیں۔ ''شاید بھائی صاحب کا کوئی معاملہ ہے...... مگر مجھے کیوں یہاں ڈالا گیا ہے؟ شاید آپ کے معاملے کے ساتھ انہوں نے میرا پتا بھی صاف کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' وہ دکھ سے بولا۔

''آپ کا پتا......؟ آپ کے بھائی ہوتے ہوئے...... اچھی کہانی ہے۔''

''وہ میرے سگے بھائی نہیں ہیں۔ ہم دونوں سوتیلے بھائی ہیں۔ میری اُن کی کبھی نہیں بنی۔ وہ انسان کو انسان نہیں سمجھتے اسی لیے میں زیادہ تر ملک سے دور رہتا ہوں مگر وہ دور کی سوچتے ہیں، میری یقین دہانیوں کے باوجود شاید انہیں اعتبار نہیں ہوا کہ مجھے ان کی جائداد کا لالچ نہیں ہے۔''

انیقہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کو یہاں دیکھ کر وہ خود بھی حیران تھی۔ اسے یاد تھا کہ خود بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے مکرم شاہ کو بے ہوش ہوتے دیکھا تھا۔

''آپ کا مطلب ہے جائداد کے لیے...... وہ آپ کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں؟''

''ہاں، ان کے لیے یہ کوئی مسئلہ بھی نہیں ہے۔ ان کے بندے کسی مچھر کی طرح بندے کو مار ڈالتے ہیں۔'' وہ گویا لرز کر بولا۔

''کیا آپ خضر کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟'' اس نے امید سے پوچھا۔

''نہیں۔'' مکرم شاہ بولا۔ ''بھائی صاحب ایسے معاملات میں مجھ سے بات نہیں کرتے۔ سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟''

''وہ آپ کو یہاں لائے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ وہ آپ سے کچھ چاہتے ہیں۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہو سکتا ہے؟'' مکرم شاہ کے سوال پر انیقہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس میں موجود وکیل نے کروٹ لی۔

''شاید......'' وہ دھیرے سے بولی۔

''شاید......؟ مگر کیا؟'' مکرم نے قدرے بے صبری سے پوچھا۔

''پتا نہیں...... مگر کچھ تو ہوگا اس کے دماغ میں...... یہ آپ کا بھی گھر ہے کیا آپ کو کوئی راستہ معلوم ہے جس کی مدد سے ہم یہاں سے باہر نکل سکیں۔'' انیقہ نے پوچھا۔

وہ سخت پریشان تھی۔ اسے ممتاز شاہ پر شک تھا مگر اسے اس طرح کے راست اقدام کی امید نہیں تھی۔ اگرچہ وہ زرین اور غالب کو ایس ایم ایس کر کے آئی تھی جس میں اس نے انہیں تفصیل بتا دی تھی مگر اب...... اس نیم اندھیرے کمرے کی قید میں اسے اپنی یہ پیش بینی کم محسوس ہو رہی تھی۔

کیا ہوگا اگر وہ میسج (پیغام) انہیں نہ مل پائے یا دیر سے ملے۔

اور پھر کیا وہ ایک پیغام کے حوالے سے ممتاز شاہ جیسی مضبوط شخصیت کا کچھ بگاڑ پائیں گے؟

کیا خضر کے بعد وہ بھی دنیا سے غائب ہو جائے گی؟

ذہن میں ابھرتے ڈوبتے سوالات اسے تنگ کر رہے تھے۔

''میں نے یہ کمرا پہلے کبھی نہیں دیکھا۔'' مکرم شاہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ ''ویسے یقیناً ہمیں اگر یہاں رکھا گیا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ کوئی نہ کوئی رابطہ ضرور کرے گا۔''

''کوئی ہے۔'' اس نے دروازہ بجایا اور زور سے

www.urdupalace.com

آواز دی۔ ''مجھے پانی درکار ہے۔ میڈم پھر بے ہوش ہو گئی ہے۔'' وہ زور زور سے آواز دے رہا تھا مگر اس کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہو رہی تھی۔

پھر چند لمحوں بعد دروازے پر آہٹ محسوس ہوئی اور کسی نے دروازہ کھولا۔

''کیا بات ہے؟'' ایک اجڈ سا گارڈ کمرے میں داخل ہوا۔ ''پینے کا پانی کمرے میں ہے۔'' وہ بولا۔

''ہمیں یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟'' مکرم شاہ اس کے سامنے کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

''صاب...... ہم حکم کا غلام ہے اور ہم کو حکم ہے کہ اگر آپ گڑبڑ کرو تو آپ کو گولی مار دی جائے اس لیے گڑبڑ نہیں کرو۔'' وہ اکھڑ انداز میں بولا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

انیقہ خاموشی سے ان دونوں کو دیکھتی رہی۔

''یہ معاملہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہے۔ بھائی صاحب اگر اس حد تک جا رہے ہیں تو یقینا کوئی بہت اہم چیز ہے جس کے حوالے سے وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے بتائیں تا کہ ہم کوئی راستہ نکال سکیں۔''

''بالکل...... راستہ نکالنا ہو گا۔'' وہ بولی۔ ''آپ جانتے ہیں کہ میرے شوہر پولیس افسر ہیں۔ انہوں نے کچھ ایسا جان لیا ہے جو یقینا آپ کے بھائی صاحب کو بہت نقصان پہنچا سکتا ہے۔ خضر کو خریدا نہیں جا سکتا، یہ آپ کے بھائی صاحب جانتے ہیں اس لیے انہوں نے اسے غائب کروا دیا ہے۔ ان کو لگتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی دیگر ثبوت ہیں جو میرے پاس ہیں۔''

''اوہ...... یہ معاملہ ہے، آپ کی بات سن کر مجھے یہ لگ رہا ہے کہ آپ کے پاس ثبوت نہیں ہیں۔'' اس نے پوچھا۔

''میں نے یہ کب کہا۔'' اور وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ثبوت ہیں۔''

''کیا......؟ اور کہاں؟'' مکرم شاہ نے بے ساختہ پوچھا۔

''یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتی۔'' انیقہ نے صفائی سے کہا۔

اسی لمحے باہر سے کسی کے گرنے کی آواز آئی پھر کسی نے دروازہ کھولا۔

''شاہ نواز......'' آنے والے کو دیکھ کر مکرم شاہ کھڑا ہو گیا۔ ''تم یہاں کیسے پہنچے؟''

''مالک...... جیسے ہی خبر پڑی، میں بندے لے کر نیچے اتر گیا۔ مجھے ڈر تھا کہ آپ کو کچھ ہو نہ گیا ہو۔ اب نکلیں جلدی باہر...... ابھی تو ہم نے سب کو قابو کر لیا ہے...... مگر آگے کا کچھ پتا نہیں ہے۔'' وہ تیزی سے بولا۔

''آیئے میڈم۔'' مکرم قدم بڑھاتا ہوا بولا۔

''یہ...... کیا جگہ ہے؟'' انیقہ نے کمرے سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

''حویلی کا تہ خانہ......'' مکرم نے جواب دیا۔ الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ پہلے شور اور پھر کئی لوگوں کے بھاگتے قدموں کی آوازوں نے انہیں ہڑبڑا دیا۔

''بھاگیں مالک......'' شاہ نواز بولا۔ ''میں سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

مکرم شاہ اور انیقہ تیزی سے دوڑ رہے تھے۔ انیقہ کو سمت کا کوئی علم نہیں تھا۔ وہ بس تیزی سے بھاگے جا رہی تھی۔ چند لمحوں بعد اسے احساس ہوا کہ اس گڑبڑ میں شاید وہ کسی غلط راہداری میں مڑ گئی تھی۔ اب اس کے ساتھ مکرم شاہ نہیں تھا۔ نہ ہی کوئی آواز آ رہی تھی۔

خوف گویا اس کے رگ و پے میں دوڑ رہا تھا۔ تہ خانہ بھی بہت سلیقے سے بنایا گیا تھا۔ ہوٹل کے طرز کی لابی نما راہداری، دیواریں اور پھر دروازے مگر کسی بھی دروازے کو کھولتے ہوئے ڈر محسوس ہو رہا تھا کہ نہ جانے یہاں کون سا پینڈورا بکس کھل جائے۔

انیقہ تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔ لابی کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جہاں سے ہلکی سی روشنی آتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے اس کی کنڈی کو ہاتھ لگایا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ اس نے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا اور وہ کھلتا چلا گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرا تھا جس میں زمین پر ایک جانب بستر لگا ہوا تھا جس کے سرہانے کے پاس پانی کا کولر تھا۔ کمرے میں ایک ٹو سیٹر صوفہ موجود تھا۔

بستر پر کوئی سو رہا تھا۔

انیقہ نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور دبے پاؤں آگے بڑھی۔ وہ بستر کے قریب پہنچی تھی کہ لیٹے ہوئے شخص نے کروٹ لی۔ ''کون ہے......؟'' وہ پکارا۔

انیقہ ساکت کھڑی رہ گئی۔

آواز میں نیند، تھکن، نقاہت، بیزاری، بے بسی سب کچھ تھا مگر اس سب کے باوجود وہ اس آواز کو لاکھوں میں بھی

www.urdupalace.com

پہچان سکتی تھی۔
وہ بستر کی طرف لپکی۔
وہ خضر تھا۔ اس کا خضر......
''خضر......'' وہ اس سے لپٹ گئی۔
''تم...... تم ٹھیک ہو...... شکر ہے اللہ کا...... تم کو ذرا احساس نہیں تھا کہ میں کس قدر پریشان تھی۔'' وہ روتے ہوئے بولے جا رہی تھی۔
''انیقہ......'' خضر بھی شاک کی سی حالت میں تھا۔ وہ خاصا کمزور نظر آ رہا تھا۔ چہرے پر ایک زخم کا نشان بھی تھا۔
''تم یہاں کیسے آئیں؟ تم ٹھیک ہو نا...... انیقہ میری طرف دیکھو۔''
''ہاں، میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔'' وہ ہاتھوں سے خضر کا چہرہ، بال ٹٹول رہی تھی۔
''تمہاری تسلی ہو گئی ہو تو اب میری بات کا جواب دو......'' وہ نہ جانے کتنے عرصے بعد مسکرایا تھا۔
''خضر...... یہ سب کیا ہوا ہے؟ انہوں نے تمہیں کیوں یہاں رکھا ہے؟ کیا چاہیے ان کو؟''
''یہ میں بتاؤں تو زیادہ بہتر ہو گا۔'' دروازے سے آتی آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔ پھر کسی نے بٹن دبایا اور کمرے کا نیم اندھیرا تیز چمکتی روشنی میں نہا گیا۔
دروازے کے بیچوں بیچ مکرم شاہ کھڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔
''تم......'' انیقہ بولی۔
''ہاں میں...... بیچارہ چھوٹا بھائی، بڑے سوتیلے ظالم جاگیردار بھائی کے مظالم کا شکار......'' وہ قہقہہ مار کر ہنسا۔
''مجھے پہلے ہی تم پر شک تھا۔'' وہ بولی۔
''اور میں سمجھ گیا تھا کہ تم بہت چالاک ہو...... تم سے سیدھی بات کرنا ہو گی۔'' وہ جواباً بولا۔
''مگر کیوں؟ تم نے یہ سب کیوں کیا......؟''
''ارے یہ سب اس خضر کی وجہ سے ہوا ہے۔'' وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''اس نے میرے کام میں دخل دیا اور پھر دیتا ہی چلا گیا۔''
''کام......؟ تم اسے کام کہتے ہو۔'' خضر غرایا۔
''چوری چکاری کو بھتّا لینے کو...... لوگوں کو اغوا کرنے کو اور وہ جو سب سے مکروہ کام جو مجھے تمہاری طرف متوجہ کر گیا، وہ غریب لڑکیوں اور بچوں کو اسمگل کرانا، یہ سب کام ہیں؟''
''دنیا میں مختلف لوگ مختلف کام کرتے ہیں مسٹر خضر...... تم تو شاید سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ کام کتنے پرافٹ ایبل ہیں۔'' وہ بے شرمی سے بولا۔ ''اگر تم مان جاتے تو جو چاہتے مل سکتا تھا مگر تمہیں چڑھا ہے ایمانداری کا بخار تو اس کا نتیجہ تو یہی ہونا تھا نا۔ میں تو اتنا لمبا چکر پالنے کا عادی ہی نہیں ہوں، اگر تمہارے منہ سے اس یو ایس بی کا معاملہ نہ سن لیتا تو کب کا تمہیں ایکسپورٹ کر چکا ہوتا۔'' وہ ہنسا۔ ''اس ثبوت کے مسئلے نے الجھا دیا سب کچھ...... ڈر یہ تھا کہ پولیس افسر کی بیوی بھی وکیل تھی اس لیے ثبوت کا حصول ضروری تھا۔''
''اس لیے تم نے میرے گھر پر بندہ بھیجا۔ مجھ پر حملہ کرایا؟'' انیقہ نے سرد لہجے میں کہا۔
''حملہ......؟'' خضر نے بے چین ہو کر پوچھا۔
''حملہ، پلان میں نہیں تھا مگر تم غلط وقت پر پہنچ گئیں۔'' وہ سادگی سے بولا۔ ''خضر تو جانتا ہے کریم کو، اسے چاقو استعمال کرنے کا کتنا شوق ہے جو اس کے چہرے پر دیکھ رہی ہو نا زخم وہ بھی کریم کا دیا ہوا ہے۔''
''اب...... تم کیا چاہتے ہو؟'' انیقہ نے پوچھا۔
''واہ...... رسی جل گئی بل نہیں گیا اور وہ دوسری مثال کیا ہے کہ رات بھر داستان سنی صبح پوچھا زلیخا مرد تھی یا عورت...... ارے وکیل صاحبہ وہ ثبوت درکار ہے مجھے...... سامنے کی بات ہے اب تو میں نے تم دونوں کو ملوا بھی دیا۔ اب تو موت کا بھی زیادہ غم نہیں ہونا چاہیے تم دونوں کو...... مگر ہاں اگر مجھے ثبوت مل جائے اور خاموشی کا عہد بھی تو میں تم دونوں کو چھوڑ بھی سکتا ہوں۔ یوں بھی میں یہ ملک چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے مجھے وہ یو ایس بی چاہیے۔'' وہ قطعی انداز میں بولا۔
''اور اگر وہ نہ ملے تو......؟'' خضر نے پوچھا۔
''تو تم شاید مجھے سمجھے نہیں ابھی...... مانتا ہوں کہ تم بہت بہادر اور برداشت کرنے والے ہو مگر اگر تھرڈ ڈگری تمہارے بجائے اس نازک وکیل صاحبہ پر ہو اور وہ بھی تمہارے سامنے...... تو کیا تم تب بھی برداشت کر لو گے......'' وہ اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔
''میں تمہاری جان لے لوں گا۔'' خضر زنجیر سے بندھے ہاتھ کا مُکّا بنا کر غرایا۔
''دیکھو خضر...... میں بتا چکا ہوں فضول باتوں کا وقت نہیں ہے میرے پاس...... جی انیقہ بی بی تو کہاں ہے وہ یو ایس بی...... ویسے جو میں نے ابھی آپ کے ہیرو صاحب سے کہا وہ آپ کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ کریم آپ کی نظروں کے سامنے خضر کے جسم سے بوٹیاں کاٹ سکتا ہے، اب یہ اس

www.urdupalace.com

سردار جی

کسی چوک میں کچھ آدمی ایک سکھ کو بری طرح پیٹ رہے تھے جبکہ سکھ مسلسل ہنسے جا رہا تھا۔ ایک اور آدمی ادھر سے گزرا تو اس نے سکھ سے کہا۔ ''سردار جی! آپ پاگل ہو گئے ہیں یہ لوگ آپ کو مار رہے ہیں اور آپ ہنس رہے ہیں؟'' سکھ نے جواب دیا۔ ''پاگل میں نہیں یہ سارے ہو گئے ہیں کیونکہ جس آدمی کو انہوں نے مارنا تھا وہ میں نہیں ہوں میرا ہم شکل بھائی ہے۔ میں نے ان سب کو بے وقوف بنایا ہوا ہے۔ جب یہ تھک جائیں گے تو میں انہیں اصل بات بتاؤں گا اور ان کی اماں مرجائے گی۔''

حقیقت تک پہنچ جاؤں گی۔''

''اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ منہ بند رکھے گا...... اور تم اپنی زبان پر قائم رہو گی؟''

''ضمانت ہماری اپنی زندگی ہے، ہم جانتے ہیں کہ ذرا سی بھی غلطی ہماری موت ہو سکتی ہے اور ثبوت تو ہم دے ہی چکے ہوں گے۔'' انیقہ اپنا کیس بڑی مہارت سے لڑ رہی تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ چند لمحے بعد بولا۔ ''مجھے وہ یو ایس بی ہر قیمت پر چاہیے مگر تم یاد رکھنا اگر ذرا بھی گڑبڑ ہوئی تو میرے آدمی تم دونوں کو اڑا دیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔''

''تم سمجھ نہیں رہی ہو انیقہ ...... جو کچھ تم کر رہی ہو، وہ غلط ہے۔'' خضر کمزور سے لہجے میں بولا۔

''تو یہاں اس طرح جان دینا بھی خودکشی کے زمرے میں آتا ہے خضر...... اور میں زبان دے چکی ہوں۔ اب تم خضر کو کھولو۔'' وہ مکرم سے بولی۔

''کریم۔'' مکرم کی آواز پر جو کمرے میں داخل ہوا اسے دیکھ کر انیقہ لرز سی گئی تھی۔ یہ وہی حملہ آور تھا جو اسے چاقو مار کر فرار ہوا تھا۔

''خضر کو کھولو اور تیاری کرو۔ ہم لوگ شہر جا رہے ہیں۔''

کریم، انیقہ کو کینہ توز نظروں سے گھورتا ہوا خضر کی جانب بڑھا۔ اس نے لوہے کے کڑے کو خضر کے ہاتھوں

کام میں بہت لطف آتا ہے۔'' وہ سفاکی سے بولا۔

''نہیں، تم ایسا کچھ نہیں کرو گے...... میں تمہیں وہ یو ایس بی دے دوں گی۔'' انیقہ بولی۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو انیقہ ...... یہ اس کے بعد بھی ہمیں نہیں چھوڑے گا۔''

''کہاں ہے وہ یو ایس بی؟'' وہ خضر کو نظر انداز کرتا ہوا انیقہ سے مخاطب ہوا۔

''محفوظ ہے۔ میں خود ہی نکال سکتی ہوں اور میں نے یہاں آنے سے قبل یہ انتظام کر دیا تھا کہ اگر میں دس روز تک واپس نہ آؤں تو وہ یو ایس بی ان لوگوں تک پہنچ جائے گی جنہیں تم اس قید خانے میں بند نہیں کر سکو گے۔'' انیقہ نے سرد لہجے میں کہا۔

''او کے...... تو پھر تم میرے ساتھ چلو گی اور خضر یہاں کریم کی کسٹڈی میں رہے گا، اگر تم نے ذرا بھی گڑبڑ کی تو کریم......'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''نہیں...... یہ ڈیل اس طرح نہیں ہو گی۔'' انیقہ بولی۔ ''وہ یو ایس بی تم کو مل جائے گی، تمہیں خضر کو بھی یہاں سے نکالنا ہو گا ہم تمہارے راستے میں نہیں آئیں گے۔''

''تم یہ کیا کہہ رہی ہو انیقہ؟'' خضر زور سے بولا۔

''بہت چالاک ہو تم، میں تم دونوں کو لے چلوں تاکہ تم مجھے چکما دے سکو۔''

''دیکھو، مکرم شاہ! تم جانتے ہو کہ تمہاری زندگی اور آزادی کے لیے تمہیں وہ یو ایس بی چاہیے اور مجھے خضر چاہیے۔ وہ یو ایس بی اب خضر کے پاس نہیں ہے، میرے پاس ہے اس لیے سودا بھی مجھ سے ہو گا۔'' انیقہ اطمینان سے بولی۔ ''میں جب یہاں آئی تھی تب اس سب کے لیے تیار ہو کر آئی تھی۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میرا سامنا تم سے ہو گا یا ممتاز شاہ سے مگر میں واپس نہ ہونے کی صورت میں تمہاری مکمل تباہی کو یقینی بنا کر آئی ہوں، تم جانتے ہو کہ میں غلط نہیں کہہ رہی۔''

مکرم اسے چند لمحے گھورتا رہا۔

''راحیل سچ کہہ رہا تھا کہ تم بہت مکار ہو، تم جانتی ہو جس رات تم نے اسے فون کر کے بتایا تھا کہ تم کو یو ایس بی مل گئی ہے وہ اسی روز تمہیں ٹپکانے کے چکر میں تھا۔ میں نے اسے روکا، غلطی ہو گئی مجھ سے۔'' وہ غرایا۔

''مجھے اسی پر شک تھا۔'' انیقہ متاثر ہوئے بغیر بولی۔

''پھر وہ فون کالز آئیں تب مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں

www.urdupalace.com

اور پیروں سے نکالا۔

خضر اٹھ کر کھڑا ہوا، زنجیروں سے آزادی کے بعد اس طرح کھڑا ہونا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس کا دل معبود کے آگے شکر گزاری کے سجدے میں گر پڑا۔ ان چند ہفتوں نے اسے ان نعمتوں کا شدید احساس دلایا جنہیں عام طور پر... فار گرانٹڈ لے لیا جاتا ہے۔

اسی وقت ایک ساتھ کئی چیزیں ہوئی تھیں۔ تہ خانہ یک دم آوازوں سے بھر سا گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بہت سے لوگ وہاں دوڑ رہے ہوں، ان کے ساتھ ساتھ زرین اور غالب کی آواز آ رہی تھی جو انیقہ کا نام لے کر پکار رہے تھے۔ ممتاز شاہ کی ہدایات سنائی دے رہی تھیں جو وہ غالباً انیقہ کی تلاش کے لیے دے رہے تھے۔ خضر نے اس ایک لمحے کا فائدہ اٹھا کر کریم کو دونوں بازوؤں میں دبوچ لیا تھا۔ اور اس کا ہاتھ مروڑ کر اس کی جیب سے چاقو نکال پھینکا تھا۔

حالات کے یک دم پلٹا کھانے سے مکرم شاہ گڑبڑا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ انیقہ درمیان سے ہٹ کر دروازے کے پاس پہنچ گئی تھی مگر اس کے کھولنے سے قبل ہی دروازہ ایک دھماکے سے کھل گیا تھا اور ممتاز شاہ اور غالب ایک ساتھ اندر داخل ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے زرین، کامران اور پولیس کی نفری تھی۔

ممتاز شاہ نے اندر داخل ہو کر پہلی نظر انیقہ پر اور دوسری خضر پر ڈالی تھی۔ اس کے بعد وہ مکرم شاہ کی طرف بڑھا تھا اور اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا تھا۔ کامران اور غالب نے اسے وہاں سے ہٹایا۔ اس کا رعب دار چہرہ گہرے غم میں ڈوبا ہوا تھا۔

☆☆☆

کچھ دیر بعد مکرم شاہ، انسپکٹر کامران کے ساتھ اپنے نئے گھر کی جانب روانہ ہوا اور ممتاز شاہ کی شرمندگی و معافی تلافی کے بعد وہ ہوٹل پہنچے۔ راستے میں خضر نے انہیں پوری داستان سنائی تھی۔ وہ ایک سال سے انسانی اسمگلنگ میں ملوث اس گینگ کے پیچھے تھا۔ تحقیقات کے دوران میں ان کے دیگر غیر قانونی دھندے بھی سامنے آتے چلے گئے تھے۔ بھتا خوری سے لے کر اغوا برائے تاوان تک وہ سب دھندوں میں ملوث تھے۔ اب تک یہ گروہ سیکڑوں لڑکیوں اور بچوں کو ملک سے باہر بیچ چکے تھے۔ خضر کی تحقیقات کا سرا سفید محل سے مل رہا تھا۔ شروع میں وہ بھی اس سب کا ذمے دار ممتاز شاہ کو ہی سمجھ رہا تھا۔ لیکن بعد میں اسے اندازہ ہوا کہ یہ سارا سرکس ممتاز شاہ کا سوتیلا پڑھا لکھا، بظاہر نہایت بے ضرر بھائی مکرم شاہ چلا رہا ہے۔

جس روز اسے غائب کیا گیا، اس دن اس کے دفتر کے نمبر پر ایک کال آئی تھی جس میں اسے مکرم شاہ کی نئی ڈیل کی خبر ملی تھی۔ وہ اس کے لیے ہی مخبر سے ملنے سی ویو پہنچا تھا۔ انسپکٹر راحیل اس کے ساتھ تھا۔ راز داری کے پیشِ نظر اس نے کسی سے اس ملاقات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ سی ویو پر اس کے سر پر کسی نے بھاری چیز سے وار کیا تھا اور پھر اسے قید خانے میں ہوش آیا تھا۔ جو مخبر اس کے لیے کام کر رہا تھا وہ پکڑا گیا تھا اور بعد میں اس کی ہی لاش کو خضر کی انگوٹھی اور گھڑی پہنا کر سمندر بُرد کر دیا گیا تھا۔ اگر خضر کے منہ سے مار پیٹ کے دوران یہ نہ نکل جاتا کہ اس کے پاس ان کے سارے جرائم کا ثبوت موجود ہے اور وہ ان کے سارے نیٹ ورک کو برباد کر سکتا ہے تو شاید وہ اسے بھی زندہ نہیں چھوڑتے۔ اس ایک بات نے مکرم کو اسے قید میں رکھنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ ثبوت انہیں ہر حال میں درکار تھے۔ اسی وجہ سے ہی اس پر کئی بار بہیمانہ تشدد بھی کیا گیا تھا۔

اگلی صبح بہت ہنگامہ پرور ثابت ہوئی تھی۔ مکرم شاہ کی گرفتاری کے بعد بڑے بڑے برج الٹے تھے۔ انسپکٹر راحیل بھی پکڑا گیا تھا۔ اخبارات ان کی داستانوں سے بھرے پڑے تھے۔ خضر، انیقہ، زرین اور غالب اسی رات واپسی کے لیے نکل گئے تھے۔

''اور تم جو سودا کر رہی تھیں مکرم شاہ سے، تمہیں کچھ علم تھا کہ جو یو ایس بی تم اسے دینے جا رہی ہو، اس میں کیا ہے؟'' خضر نے انیقہ کو گھورا۔

''ہاں......'' وہ سادگی سے بولی۔ ''میں نے وہ یو ایس بی تمہارے جوتے سے نکال کر دیکھ لی تھی۔ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ اس کیس کو جیتنے کے لیے میرا چارا تھا جس پر گندی مچھلی نے منہ مار دیا تھا۔'' وہ چالاکی سے مسکرائی۔

''اُف یہ چالاک بیوی......'' خضر دُہائی دینے کے انداز میں بولا۔

''کیوں......؟ اس لیے کہ اس نے تمہاری جان بچالی۔'' زرین نے اسے گھورا۔

''نہیں، اس لیے کہ جوتے میں چھپائی گئی چیز تک ڈھونڈ نکالتی ہے یہ جیمز بانڈ 007۔'' وہ مسکرایا۔ انیقہ نے طمانیت سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس کے رحمٰن رب نے اس کی سن لی تھی۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com